Regd No P 67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

شرح چندہ سالانہ چھ روپے ششماہی ۵۰-۳ روپے ممالک غیر ۵۰-۷ روپے فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

جلد ۱۱ | ۱۵ امان ۱۳۴۱ھ ش ۸ شوال ۱۳۸۱ھ ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء | نمبر ۱۱

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۰ مارچ (بوقت ۹ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ
اس وقت طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے حسب معمول کل بھی حضور سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

ربوہ ۸ مارچ آج صبح ۸ ½ بجے اہل ربوہ نے مسجد مبارک میں مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس کی اقتداء میں نماز عید ادا کی۔ نماز عید کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت بہت سے احباب کو قصر خلافت میں شرف ملاقات بخشا اور حاضر الوقت سب احباب کو مصافحہ کا شرف بخشا اور مختلف امور پر گفتگو فرما کر سب کے دلوں کو خوشی سے معمور فرمایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

قادیان ۱۲ مارچ آج آٹھ بجے صبح محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی اور جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ پاسپورٹ پر چند روز کے لئے پاکستان تشریف لے گئے — قادیان ۱۳ مارچ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ ربہ مع …

قادیان میں

عید الفطر کی تقریب اور سرکاری افسران کی اس میں شمولیت

امسال عید الفطر کی تقریب پر مورخہ ۹ مارچ ۱۹۶۲ء کو مدرسہ احمدیہ میں ایک جلسہ اور مشاعرہ کا پروگرام منعقد کیا گیا۔ مرکزی حکومت کی ہدایات کے تحت پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے اس تقریب کو کامیاب بنانے میں تعاون کیا گیا۔ چنانچہ جناب چودھری دھنی رام صاحب قائم مقام ایس۔ ڈی۔ ایم بٹالہ و جناب ہانڈہ صاحب تحصیلدار بٹالہ خاص طور پر اس تقریب میں شامل ہوئے نیز شری کنسراج صاحب گوہر کا سرگودگی میں بہت سے شعراء جن میں مندرجہ ذیل شاعر خاص طور پر قابل ذکر ہیں شامل ہوئے:-

۱- شری بلیا رام۔ رتن
۲- شری میلا رام۔ خاکر
۳- شری ادم پرکاش۔ نعیب
۴- شری بڈھا نا۔ شوخ
۵- شری کیشو داس۔ غافل
۶- شری ہرنام داس۔ سیوک

ان سب شعراء نے اپنے اردو اور پنجابی اشعار سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ منظوم کلام میں عام طور پر عید الفطر کی تقریب کے متعلق بعض دلچسپ امور پر روشنی ڈالی گئی۔

علاوہ نظموں کے پروگرام کے جناب سردار ہرچرن سنگھ صاحب باجوہ نے تقریر کی جس میں علاوہ احمدیہ جماعت کو عید کی مبارکباد دینے کے تقسیم ملک سے پہلے کے محبت بھرے تعلقات جو مسلمانوں اور ہندو اور سکھوں کے درمیان پائے جاتے تھے کا ذکر نوٹ انداز میں کیا۔ اور اس بات کا بھی ذکر کیا کہ سیالکوٹ میں احمدیہ جماعت کی طرف سے پیشوایان مذاہب کے جلسے منعقد کئے جاتے تھے۔ جن میں ایک ہی اسٹیج پر ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کی تعریف و توصیف کی جاتی تھی۔ جس کے نتیجہ میں باہمی محبت اور رواداری کی فضاء پیدا ہوتی تھی۔ اب شکر ہے کہ حکومت ہند نے بھی مذہبی اتحاد اور اتفاق کے اس اہم ذریعہ کو اپنایا ہے۔ اور ایسی تقریبوں میں گورنمنٹ کی طرف سے انتظام کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور یہ عید اس وجہ سے اور بھی زیادہ اہم اور قابل مبارکباد ہے

سردار صاحب کے بعد جناب چوہدری دھنی رام صاحب مجسٹریٹ درجہ اوّل بٹالہ نے تقریر کرتے ہوئے احمدیہ جماعت کو عید کی مبارکباد دی اور اُن اغراض کو واضح کیا جن کے پیش نظر مرکزی حکومت نے مذہبی راہنماؤں سے متعلق تقاریب کو منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور ملک کی مختلف قوموں اور مذاہب کے درمیان باہمی اتحاد اور اتفاق کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق روشنی ڈالی۔

آخر میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ملکی اتحاد و اتفاق کے پیش نظر حکومت ہند نے مذہبی پیشواؤں کی تعظیم قائم کرنے کے لئے ان کے یوم پیدائش کی تقریبات کو منانے کا جو فیصلہ کیا ہے احمدیہ جماعت ایک لمبا عرصہ پیشتر اس کی اہمیت کو واضح کر چکی ہے۔ آپ نے اس تعلیم کا ذکر کیا جو قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر دی یعنی یہ کہ دنیا کی ہر قوم اور علاقہ میں خدا کی طرف سے پیغمبر اوتار یا مذہبی رہنما بھیجے گئے ہیں اور ہم سب کا فرض ہے کہ ان مذہبی پیشواؤں کو مانیں اور ان کی عزت اور تکریم کریں یہی وہ تعلیم ہے جس کے ماتحت احمدیہ جماعت جملہ پیشوایان مذاہب کے ستکار اور تکریم کے لئے ملک کے طول و عرض میں یوم پیشوایان مذاہب کا انعقاد کر رہی ہے۔ اور ایسی تقریبات نہ صرف اسی ملک میں منائی جاتی ہیں بلکہ ہندوستان سے باہر پاکستان اور دیگر ممالک میں بھی منائی جاتی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں لوگوں کے کینے اور بغض اور باہمی رنجش دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔ ہمارے وزیر اعظم جناب پنڈت جواہر لال نہرو مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے قومی یکجہتی کے پروگرام کے سلسلہ میں اس اہم تجویز کو جس پر پینتیس چالیس سال سے احمدیہ جماعت عمل کر رہی اور کروا رہی ہے اپنا کر ایک اہم اور مفید قدم اُٹھایا ہے۔ گو قومی یکجہتی کے حصول کے لئے ابھی بہت سے زینے باقی ہیں۔ لیکن امید ہے کہ یہ قدم بھی اس جہت میں مؤثر اور مفید ثابت ہوگا

محترم صاحبزادہ صاحب نے بعض معتدد غیر مسلم حضرات کی آراء کے جو اُنہوں نے جماعت کی پُر امن تعلیمات اور پابند قانون رویہ کے متعلق ظاہر کی ہیں اقتباسات بھی پیش کئے۔ اور آخر میں ہندو اور سکھ حاضرین کا شکریہ ادا کیا کہ اُنہوں نے جماعت احمدیہ کی خوشی کی تقریب میں شمولیت کر کے ہماری خوشی کو دوبالا کیا۔

آخر میں محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت نے بھی جماعت کی طرف سے حاضرین کا شکریہ ادا کیا

جلسہ اور مشاعرہ کے بعد معزز سرکاری افسران اور باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کے علاوہ قادیان کے بہت سے معززین کی جنکو نظارت امور عامہ کی طرف سے دعوت نامے بھجوائے گئے تھے۔ گرلز سکول میں چائے سے تواضع کی گئی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تقریب سعید ہر طرح کامیاب و بابرکت رہی۔

ناظر امور عامہ سلسلہ احمدیہ قادیان

ہفتہ وصیت ۲۲ تا ۲۸ مارچ

صدر صاحبان سیکرٹریان اور مبلغین کرام توجہ فرمائیں

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بدر کی گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے اس کے مطابق بھارت میں ہفتہ وصیت ۲۲ تا ۲۸ مارچ منایا جا رہا ہے تمام جماعتوں کے عہدیداران سے درخواست ہے کہ وہ حضور انور کے اس پیغام کی تعمیل میں ہفتہ وصیت پوری توجہ اور کوشش سے منائیں اور احباب جماعت پر وصیت کی اہمیت کو واضح کر کے موصیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی کوشش فرمائیں۔ حضور کا یہ پیغام دفتر ہذا کی طرف سے جملہ جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی خدمت میں بھجوایا جا رہا ہے۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے دانا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

قادیان میں درس القرآن کے اختتام پر اجتماعی دعا
اور
عید الفطر کی تقریب سعید

قادیان ۸ مارچ۔ رمضان المبارک میں علاوہ رات کے وقت نماز تراویح میں قرآن کریم کے دَور کے حسب دستور سابق امسال بھی مسجد اقصیٰ قادیان میں نماز ظہر اور عصر کے درمیان سارا ماہ مبارک قرآن کریم کا درس جاری رہا جس میں قرآن کریم کا ترجمہ اور مختصر تفسیر بیان کی جاتی رہی۔ اس طرح یہ دور کل بتاریخ ۲۹ رمضان المبارک بخیر و خوبی مکمل ہو گیا۔ جیسا کہ احباب کرام سابقہ کے ساتھ شائع ہونے والی رپورٹوں میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ امسال پہلے پانچ روز محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے درس القرآن دیا۔ بعدہٗ مکرم مولوی عبدالقادر صاحب فاضل دہلوی نے دو دن درس دے کر سورۃ الکہف کے اختتام تک اپنا حصہ مکمل فرمایا۔ ازاں بعد مکرم مولوی محمد عمر صاحب مالاباری مولوی فاضل نے دو دن درس دیا۔ ان کے بعد مکرم مولوی محمد عمر علی صاحب بنگالی مولوی فاضل نے تین دن درس دیکر سورت عنکبوت کے اختتام پر اپنا حصہ درس ختم کیا۔ جس کے بعد مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے سورت روم سے اپنے درس کا آغاز فرمایا اور ۲۸ ویں روزے تک تیسویں پارے کے تین حصے ختم کردئے۔ چونکہ ۲۹ رمضان المبارک کو نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے اجتماعی دعا کا اہتمام کیا گیا تھا اس لئے احباب کی آسانی کے لئے اس دن چار بجے درس کا آغاز ہوا۔ مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل نے تیسویں پارے کا آخری ربع کا درس پانچ بجے تک مکمل کر لیا۔ بعدہٗ بیرونجات سے آئے ہوئے دعائیہ خطوط اور برقی پیغامات سنا کر دعا کی تحریک کی گئی۔ اور وقت کی گنجائش کے مطابق ایسی درخواستوں کا بیشتر حصہ پیش کر دیا گیا۔ آخر میں محترم مولانا مولوی عبدالرحمان صاحب فاضل امیر مقامی قادیان نے ایک مختصر تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے ماہ مبارک کی برکات اور اس سے احباب کرام کے استفادہ کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ ان مبارک ایام میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ کیا تھا اور احباب جماعت کو کس طرح ان قیمتی اوقات سے زیادہ سے زیادہ روحانی فائدہ حاصل کرنا چاہیئے اور بتایا کہ خوش قسمت ہے وہ انسان جسے ان مبارک ایام میں روزہ رکھنے تلاوت قرآن کریم کرنے اور صدقہ و خیرات دینے اور اعتکاف وغیرہ عبادات و اعمال حسنہ کے بجا لانے کی توفیق ملی۔ آپ نے فرمایا کہ اب ہم ایک اجتماعی دعا کے لئے سب اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس موقعہ پر ہماری دعا کا سب سے زیادہ مستحق اسلام ہے۔ اسلام کی روحانی برتری اور سربلندی کے لئے دعا اور اس کی قبولیت میں درحقیقت تمام انفرادی اور اجتماعی حسنات آجاتی ہیں بلکہ اس میں ساری دنیا کی فلاح و بہبود کا راز مضمر ہے۔ اس لئے احباب پوری توجہ سے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سامان پیدا فرمائے اور سعید روحوں کو اس کی طرف متوجہ فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد دوسرے نمبر پر وہ ہستیاں ہیں جو کہ زمانہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے کوشاں ہیں۔ اور سیدنا حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی پُرامن تعلیم کو اس پُرآشوب زمانہ میں خالص روحانی بنیادوں پر پھیلانے اور از سر نو زندہ کرنے کا باعث ہیں ان کے حق میں دعا کی جائے۔ ہمارے محبوب امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک مدت سے علیل چلے آ رہے ہیں۔ یوں تو سبھی احباب جماعت اپنے آقا کے لئے دعائیں کرتے ہی ہیں۔ مگر اس موقعہ پر اپنی خصوصی دعاؤں کا ایک بڑا حصہ حضور ہی کے لئے وقف کیا جانا ضروری ہے تا حضور کی کامیاب قیادت میں جماعت اور زیادہ ترقی کرے اور حضور کی پُر وقت راہنمائی اور تازہ ترین ہدایات سے جماعت کے ایمان میں اضافہ ہو اور عمل میں زیادہ پختگی پیدا ہو۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیگر قابل احترام افراد کے لئے خاص طور پر دعا کئے جانے کی تحریک کی اسی طرح جملہ مبلغین سلسلہ جملہ کارکنان صدر انجمن احمدیہ و تحریک جدید و وقف جدید اور جماعتوں کے عہدیداران اور جملہ افراد جماعت کے لئے دعا کی تحریک فرمائی آپ نے کہا جن دوستوں نے آپ کو نماز تراویح میں قرآن کریم سنایا یا جن دوستوں نے محنت کرکے آپ کو قرآن کریم کے معانی اور مطالب سنائے وہ بھی آپ کی دعاؤں کے مستحق ہیں اسی طرح آپ اپنے لئے اپنے اہل و عیال اور جمیع رشتہ داروں کے لئے دعائیں کریں کہ ہمارا خدا سب کی دعائیں سننے والا اور اپنے عاجز بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔

اس کے بعد آپ نے مسجد کے محراب میں قبلہ رو ہو کر اجتماعی دعا شروع کی۔ بہت سے لوگ جن میں عورتیں مرد جوان بچے بوڑھے سبھی شامل تھے آپ کے ساتھ دعا میں شریک ہو گئے۔ اس وقت عجیب منظر تھا ہر طرف سے عجز و انکسار کے ساتھ قادر و توانا سمیع و مجیب خدا کے حضور اس کے عاجز بندے اپنی اپنی درخواستیں پیش کر رہے تھے۔ اور آہ و بکا کا یہ عالم تھا کہ دیر تک مسجد مسلسل ہچکیوں اور پُرسوز دعاؤں کی آواز سے گونجتی رہی۔ بالآخر حضرت امیر صاحب محترم نے آمین کہی اور احباب کرام پُرنم آنکھوں اور نورانی چہروں سے اپنی اپنی جگہ سے اٹھے اور روزہ کی افطاری کے لئے جس کا وقت قریب پہنچ چکا تھا۔ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ خدا سب کی دلی مرادیں پوری کرے اور ان کی دعاؤں کو پایۂ قبولیت بخشے اور ان پر راضی ہو جائے۔ آمین۔

عید الفطر کی تقریب سعید

امسال ہندوستان میں ۷ فروری کو پہلا روزہ تھا اس لحاظ سے ۷ مارچ کو ماہِ صیام کی ۲۹ ویں تاریخ تھی غروب آفتاب کے وقت بیشتر نگاہیں نئے چاند کی جستجو میں اٹھ گئیں قادیان اور اس کے مضافات میں چونکہ مطلع بالکل صاف تھا اس لئے جلد ہی شوال کے چاند پر نگاہیں جم گئیں اس وقت گویا چاند افق آسمان پر مومنوں کو ایک ماہ کی مسلسل ریاضت کو کامیابی سے نبھا دینے پر مبارکباد پیش کر رہا تھا اس وقت زمین پر بھی مومنوں نے ایک دوسرے کو چاند رات کی عید مبارک کا تحفہ پیش کیا اور ان کی روحیں بارگاہِ رب العزت میں امتنان اور شکرگذاری کے جذبات سے پُر تھیں کہ خدا کی دی ہوئی توفیق سے انہیں اس خصوصی عبادت کا موقعہ ملا!!

نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے صبح نو بجے مسجد اقصیٰ میں نماز عید ادا کئے جانے کا اعلان کر دیا گیا۔ چنانچہ احباب جماعت سنت نبوی کی اقتداء میں حسب توفیق صاف ستھرے کپڑے زیب تن کئے۔ وقت مقررہ سے قبل ہی مسجد میں پہنچ گئے محترم حضرت امیر صاحب مقامی مولانا عبدالرحمان صاحب فاضل نے مسنون طریق پر نماز عید پڑھائی اور خطبہ دیا۔ جس میں آپ نے ان مقدس تہواروں پر خوشی اور مسرت کے اظہار کے اسلامی طریق کی وضاحت فرمائی اور دوسرے تہواروں سے امتیاز کا ذکر کیا۔ اور فرمایا اسلامی نقطۂ نگاہ سے انسان کی زندگی کا مقصد کھانا پینا اور عیش و عشرت منانا ہی نہیں بلکہ خدا کے فضلوں کی تلاش اور اس کی رضا کا حصول بھی ہے آپ نے بتایا کہ ایک ماہ کی ریاضت ہمیں یہ سبق دیتی ہے اور یہ مشق بہم پہنچاتی ہے کہ ہم سال کے باقی ماندہ مہینوں میں اپنی زندگی کو شریعت کی ہدایات کے مطابق چلائیں اور بنی نوع انسان کے لئے مفید وجود ثابت ہوں اگر ہماری آئندہ زندگی سنور جائے تو ہمارا حقیقت کا عید منانا اور شکرانہ بجالانا حق بجانب ہے اور موجب ثواب بھی ورنہ بھوک پیاس کی برداشت سے زیادہ کچھ نہیں آخر میں آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضامندی کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ رمضان شریف میں کی گئیں ہماری تمام عاجزانہ دعاؤں کو قبول فرمائے — خطبہ کے ختم ہونے پر پُرسوز اجتماعی دعا ہوئی۔ بعدہٗ احباب کرام باہم بغلگیر ہوئے اور ایک دوسرے کو خوشی خوشی عید مبارک کا تحفہ پیش کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر کے لئے خصوصی دعا کی تحریک

مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر جماعت میں مشہور و معروف دوست ہیں سلسلہ سے محبت اور خلوص کے باعث علاقہ جنوبی ہند میں تبلیغ و اشاعت میں آنریری طور پر بڑی محنت اور تندہی سے کام کرتے رہے ہیں۔ جماعت کو آپ کے وجود سے اس علاقہ میں بڑا ہی فائدہ پہنچا ہے۔ آپ کچھ عرصہ سے صاحب فراش ہیں اور ان دنوں تو آپ کی علالت زیادہ ہی بڑھ گئی ہے۔ بلڈ پریشر گردوں میں خرابی کے علاوہ دل کی بیماری کا اچانک حملہ ہوا۔ علاج معالجہ جاری ہے احباب جماعت اپنے مخلص بھائی کی صحت کاملہ عاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انکو جلد صحت یاب فرمائے۔ اور بیش از پیش خدمات سلسلہ بجالانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(ایڈیٹر بدر)

خطبۂ عید الفطر

اپنے قلوب میں محبتِ الٰہی کی چنگاری پیدا کرو

یہی وہ تحفہ ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر سکتا ہے

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۷ جولائی ۱۹۵۰ء بمقام پارک ہاؤس کوئٹہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ ایک غیر مطبوعہ خطبۂ عید الفطر ہے۔ جو احباب کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس خطبہ کا خلاصہ الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۵۰ء میں شائع ہو گیا تھا مگر اصل خطبہ تا حال شائع نہیں ہوا تھا۔ اب عید الفطر کی تقریب سعید پر یہ غیر مطبوعہ خطبہ زود نویسی اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں

کئی قسم کے انسان

ہوتے ہیں۔ اور مختلف قسم کی طبائع پائی جاتی ہیں۔ کوئی ایسے ہوتے ہیں جن کے دل اتنے سخت ہو چکے ہوتے ہیں کہ غم اور خوشی، نیکی اور بدی اور ترقی اور تنزل کا ان کے دلوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اُن کے لئے عید اور محرم یکساں گذرتے ہیں۔ اگر وہ شیعہ ہیں تو وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ یہ ایام محرم کے ہیں اور اگر سنّی ہیں تو وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ یہ ایام عید کے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی تبدیلی اُن کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وہ اُن کے بیوی بچوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ مثلاً اُسے نئے کپڑے پہنا دیئے یا اچھے کھانے کھلا دیئے۔ ورنہ ایسا شخص اپنی ذات میں ہی محو رہتا ہے اور اپنے ارد گرد دیکھنے کا عادی نہیں ہوتا۔ اور کوئی اتنے حساس ہوتے ہیں کہ سال کا سال ان کے لئے محرم کا دن ہوتا ہے یا عید کا دن ہوتا ہے۔ مرنے والے مر رہے ہوتے ہیں اور وہ ہنس رہے ہوتے ہیں۔ ہنسنے والے ہنس رہے ہوتے ہیں اور وہ رو رہے ہوتے ہیں۔

مجھے یاد ہے

جب ہم چھوٹے چھوٹے تھے۔ ہمارے ایک مزارع کی بیوی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے پاس علاج کے لئے آیا کرتی تھی۔ میں ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ سے پڑھا کرتا تھا وہ عورت بلا وجہ ہنستی چلی جاتی تھی اور بلا وجہ روتی چلی جاتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ آؤ میاں تمہیں اس عورت کی بیماری بتائیں۔ یہ ہسٹیریا کا مرض ہے۔ قریب عرصہ میں جب طاعون پڑی تھی اس عورت کے دو تین رشتہ دار مر گئے تھے۔ آپ اسے مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ بی بی اس طاعون میں کیا تیرا باپ مرا تھا۔ اس پر وہ قہقہہ مار کر کہنے لگی۔ جی میرا باپ طاعون سے مر گیا تھا۔ دوسرا شاید بھائی یا بیٹا تھا۔ مجھے ٹھیک یاد نہیں رہا۔ اُس کے متعلق

جب سوال کیا گیا

تو اس عورت نے پھر قہقہہ مار کر کہا میرا بھائی یا بیٹا بھی طاعون میں مر گیا ہے۔ تیسرے کے متعلق جب پوچھا تب بھی اس نے قہقہہ مار کر جواب دیا۔ جی وہ بھی مر گیا ہے۔ گویا اس کے سامنے کتنی بھی غم کی بات کرو۔ دوسرے شخص کو اس کے صدمہ پر رونا آ جاتا مگر وہ ہنس دیتی۔ پھر بعض دفعہ انسان سر بات میں رہتا ہے کہیں وہ مہمان جاتا ہے۔ لوگ اس کی خاطر تواضع کرتے ہیں تو اس کی آواز بھرّائی ہوئی ہوتی ہے۔ بلکہ اس کا طرز بیان کرنے میں اور اُن کی آواز میں لرزش پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سمجھدار ہوتے ہیں اور سمجھدار ہونے کے لحاظ سے وہ اپنے جذبات کو مناسب موقعہ پر استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں آگے ان کے جذبات چونکہ مذہبی یا اخلاقی غلطیوں کی وجہ سے مجروح ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ان کے

جذبات میں تفاوت

نظر آتا ہے۔ ایک شخص کے اندر رحم اور غضب دونوں پائے جاتے ہیں۔ وہ رحم کے موقعوں پر رحم بھی کرتا ہے اور غضب کے موقعوں پر غضب بھی۔ لیکن بعض دفعہ زیادہ مستحق اُس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ مثلاً بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن میں محبت اور قربانی پائی جاتی ہے لیکن وہ اپنی توجہ اور محبت کا مرجع اپنی بیویوں کو بنا لیتے ہیں۔ دوسری طرف مائیں بھی ہوتی ہیں لیکن ان کی توجہ ادھر نہیں ہوتی۔ اُن کی محبت کے سارے احساسات بیوی کے لئے ہوں گے۔ بیوی بیمار ہوگی تو اُس میں غم کے جذبات پائے جائیں گے اور وہ اس کے لئے قربانی بھی کریں گے۔ لیکن اگر ماں کراہ رہی ہوگی تو اس کی خدمت اور

قربانی کا جوش

ان کے اندر پیدا نہیں ہوگا اور کئی لوگ ایسے ہوں گے کہ اُن کے اندر اولاد کی محبت شدت سے پائی جائے گی لیکن اولاد پیدا کرنے والی کو وہ پوچھیں گے بھی نہیں۔ وہ صرف اولاد کو اُٹھائے پھریں گے۔ پھر بعض کی بیویوں سے شدید محبت ہوتی ہے اور اولاد سے محبت نہیں ہوتی۔ کوئی اپنے بھائیوں کو بھول جاتا ہے۔ کوئی عائلی محبت کو اتنی ترجیح دیتا ہے کہ وہ خاندان کی عزت کے لئے سب کچھ کر گذرتا ہے۔ وہ اس کے لئے دوسروں کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ غرض جو لوگ صحیح الخیال ہوتے ہیں۔ اخلاقی اور مذہبی کمزوری کی وجہ سے ان کی محبت اور قربانی کے احساسات میں بھی امتیاز پایا جاتا ہے۔ کوئی ایک طرف زیادہ مائل ہو جاتا ہے اور کوئی دوسری طرف۔ مومنوں میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ اُن میں کوئی کامل مومن ہوتا ہے اور کوئی ادنیٰ درجہ کا مومن ہوتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ سے فرمایا۔ آؤ میں تمہیں

تین آدمیوں کی ایک مثال

بتاؤں۔ تین آدمی ایک پہاڑی پر سے گذر رہے تھے کہ طوفان آیا۔ بجلی کڑکی اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ بجلی کہیں ہم پر نہ گر جائے۔ وہ تینوں ایک غار کے اندر گھس گئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بجلی ایک پتھر پر پڑی اور وہ پتھر لڑھک کر غار کے منہ پر آ رہا۔ اور وہ اندر بند ہو گئے۔ وہ پتھر سینکڑوں من وزنی تھا۔ جس کا پرے ہٹانا اُن تینوں کے بس کی بات نہ تھی۔ باہر ہوتے تو شاید بجلی گرنے سے اُن میں سے ایک یا دو مرتے۔ اب تینوں ہی گویا مر گئے۔ کیونکہ وہ اس غار سے نکل نہ سکتے تھے۔ کسی گذرنے والے کا اس طرف ذہن بھی نہیں جا سکتا تھا کہ یہ غار کے اندر چلے گئے ہیں اور پتھر بعد میں غار کے منہ پر آ گیا ہے تا کہ وہ ان کے

بچاؤ کی کوئی تدبیر

اختیار کر سکتا۔ تینوں بہت گھبرائے آخر ان میں سے ایک کا ذہن اس طرف گیا کہ آؤ ہم دعا کریں اور ہم میں سے ہر ایک اپنی کسی نیکی کو جو اس کے ذہن میں سب سے بڑی نیکی ہو اس کا واسطہ دے کر خدا تعالیٰ سے التجا کرے کہ اے خدا اگر میں نے وہ نیکی محض تیری رضا کی خاطر کی ہے تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم کرتے ہوئے میری نجات کی کوئی صورت پیدا کر دے۔ ان تینوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک نیکی چنی اور

خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی

اُن میں سے ایک نے کہا۔ اے خدا تو جانتا ہے کہ میں غریب ہوں اور چند بکریاں میرے پاس ہیں میں اُنہیں جنگل میں چرانے لے جاتا ہوں اور شام کو گھر واپس لا کر ان کا دودھ دوہتا ہوں اور وہ دودھ خود بھی پیتا ہوں اور اپنے بیوی بچوں کو بھی پلاتا ہوں۔ ایک دفعہ

کی اُون سے ہم کپڑا بُن لیتے ہیں۔ ان کے علاوہ نہ میری کوئی جائداد ہے اور نہ میرے پاس کوئی دولت ہے۔ پھر اے خدا تو نے اس غریب کے ماں باپ کو بھی زندہ رکھا ہے۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں نے تیرے اس حکم کو مدِّنظر رکھا ہے کہ ماں باپ کو اپنے بیوی بچوں پر مقدم رکھو۔ میں اس درجہ کے مطابق ہی ان کی خدمت کرتا رہا ہوں اے خدا تجھے معلوم ہے کہ

ایک دفعہ ایسا ہوا

کہ میں جنگل میں بکریاں چرانے گیا تو شام کو واپس آنے میں دیر ہو گئی۔ میرے بڈھے ماں باپ نیند کی برداشت نہ کر سکے اور وہ سو گئے۔ جب میں گھر پہنچا تو میری بیوی اور میرے بچے منتظر بیٹھے تھے۔ انہوں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ میری بیوی نے مجھے کہا بچے بھوکے ہیں دودھ دوہو تا انہیں پلاؤں۔ میں نے کہا پہلا حق ماں باپ کا ہے پہلے میں انہیں دودھ پلاؤں گا۔ اور پھر تمہاری باری آئے گی۔ اے میرے رب میں نے دودھ کا ایک پیالہ بھرا اور اپنے ماں باپ کے بستر کے پاس گیا تا انہیں بیدار کر کے دودھ پلاؤں

پھر مجھے خیال آیا

کہ اگر انہیں جگایا تو انہیں تکلیف ہوگی اس لئے یہ آپ ہی جاگیں گے اور انہیں دودھ پلاؤں گا۔ اے میرے رب میں ان کے بستر کے پاس کھڑا رہا اور ساری رات گزر گئی میرے بچے بلبلا بلبلا کر سو گئے اور میری بیوی بڑبڑاتی بڑبڑاتی سو گئی کہ کتنا سنگدل انسان ہے کہ بچے بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے ہیں اور وہ اس طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ میرے ماں باپ جب صبح اُٹھے تو میں نے انہیں دودھ پلایا اور پھر اپنے بیوی بچوں کو پینے کے لئے دیا۔ اے میرے رب اگر میری یہ نیکی صرف تیرے ہی لئے تھی اور اس میں دنیا کی کوئی ملونی نہیں تھی اور میرا یہ عمل

محض تیری رضا کے لئے تھا

تو میں اس کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میری نجات کی کوئی صورت پیدا فرما۔ اس نے یہ دعا کی ہی تھی کہ بجلی دوسری بار چمکی اور اس پتھر پر گری جس پر اس کا تیسرا حصہ غار کے منہ سے پرے سٹ گیا۔ اسی طرح باقی دو نے بھی دعائیں کیں اور ان کی دعا کے نتیجہ میں پتھر کا تیسرا حصہ غار کے منہ سے سٹ گیا۔ اور آخر غار کا منہ کھل جانے پر وہ آزاد ہو گئے۔

میرے معمول کے ساتھ ان تینوں میں سے صرف

پہلے شخص کی دعا

کا ہی تعلق ہے۔ لوگوں میں اپنے رشتہ داروں کے لئے محبت اور قربانی کے جذبات بے شک ہوتے ہیں مگر کتنے ہیں جو ماں باپ کی عزت کرتے ہیں۔ بعض تو یہی خیال کرتے ہیں کہ بیوی بچوں کے اخراجات سے کتنا کچھ بچتا ہے کہ ماں باپ کو دیا جائے یا پھر افسوس کا اظہار کر دیتے ہیں کہ ہم اپنے ماں باپ کی کچھ خدمت نہیں کر سکے۔ حالانکہ بات معمولی ہوتی ہے۔ صرف نقشہ الٹا ہوتا ہے۔ اگر خدمت کا نقشہ اُلٹ جائے تو اخلاق قائم رہ جائیں۔ مثلاً الف۔ ب اور ج تین افراد ہیں۔ الف ب کی خدمت کرتا ہے اور ب ج کی خدمت کرتا ہے اور یہ اخلاق بنتے ہیں۔ اگر یہ نقشہ اُلٹ جائے کہ ج ب کی خدمت کرے اور ب الف کی خدمت کرے۔ تو خدمت بھی ہو جائے۔ اور اخلاق بھی قائم رہیں۔ صرف ارادہ بدلنے کی دیر ہے۔ اور اگر ارادہ بدل جائے گا تو خدمت ساروں کی ہوتی رہے گی۔ نہ ماں باپ خدمت سے رہ جائیں گے اور نہ بیوی بچے لیکن نقشہ بدل جائے گا۔

غرض انسان کے اخلاق میں مختلف جذبات ہیں۔ لیکن سب اخلاق میں سے جو زیادہ قیمتی ہے وہ

خدا تعالےٰ کی محبت

ہے ہم دوسری تمام چیزوں کے ساتھ کسی نہ کسی رنگ میں ترجیحی سلوک کر دیتے ہیں لیکن اللہ تعالےٰ کے متعلق ہمارا سلوک بہت ہی کم ترجیحی ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زبان پر یہ ذکر بہت ہوتا ہے گو بعض کی زبان پر ذکر بھی نہیں ہوتا لیکن بہتوں میں ہوتا ہے مگر یہ ذکر بھی زبان تک رہ جاتا ہے نیچے نہیں جاتا۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک یہودی عالم تھا وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور آپؐ کی باتیں سنتا رہا۔ باتیں سننے کے بعد اس کے بھائی نے اس سے پوچھا بتاؤ تم نے کیا نتیجہ نکالا ہے۔ وہ کہنے لگا جو باتیں اس نے کی ہیں۔ وہ تو سچی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیاں بھی سچی معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس کی تعلیم صرف یہاں تک رہ جاتی ہے اس سے نیچے نہیں

جاتی۔ اور جب تک میری جان میں جان ہے میں نہیں مانوں گا۔ اس کے بھائی نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے۔ پس بعض چیزیں صرف گلے تک رہ جاتی ہیں نیچے نہیں جاتیں۔ زبان تو اوپر کے حصہ میں ہے دل کے اندر نہیں۔ اس لئے زبان دماغ کے تابع ہوا کرتی ہے انسان باتیں کرتا رہتا ہے۔ اور لوگ دھوکا کھاتے رہتے ہیں۔ زبانیں ایک بات کہتی ہیں لیکن دل اس کی بہت کم اتباع کرتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کلمۃ الحکمۃ ضالّۃ المومن اخذھا حیث وجدھا۔ بعض دفعہ غیر مومن کی زبان سے بھی حکمت کی بات نکل جاتی ہے۔ لیکن مومن کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ

یہ حکمت کی بات

مومن نے کہی ہے یا کافر نے۔ اسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر اچھی بات اس کی ملکیت ہے۔ اور جب ہر اچھی بات اس کی ملکیت ہے تو وہ جہاں کہیں بھی اسے پائے اُسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ کہاں کی عقل ہے کہ حکمت کی بات الف نے کی لیکن ب کہتا ہے کہ میں یہ حکمت کی بات نہیں لیتا۔ تمہاری بکری کوئی دوسرا شخص چھین لیتا ہے تو وہ تم واپس لے لیتے ہو۔ لیکن حکمت کا کلمہ جو اس سے بھی زیادہ قیمتی ہے وہ نہیں لیتے کلمۃ الحکمۃ ضالّۃ المومن اخذھا حیث وجدھا فرمایا حکمت کی جو بات ہوتی ہے۔ وہ مومن کی ملکیت ہے۔ حکمت کی بات اگر اسے اگر کسی کافر کے پاس سے بھی مل جائے تو وہ اُسے چھوڑا نہیں کرتا۔ گویا جہاں بھی اسے کوئی کلمۂ حکمت ملتا ہے وہ لے لیتا ہے

میں جب انگلینڈ گیا

تو کسی انگریز نے مجھے ایک کتاب بطور تحفہ دی۔ وہ کتاب کسی امریکن شاعرہ کی تھی۔ ایک دن ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ میری ایک بیوی بھی میرے پاس تھیں۔ مجھے خیال آیا کہ کسی نے یہ کتاب مجھے بطور تحفہ دی ہے میں اسے پڑھ ہی لوں۔ چنانچہ میں نے وہ کتاب پڑھی۔ اس کافرہ کے منہ سے مومنانہ باتیں نکلی ہوئی تھیں۔ وہ شاعرہ نظم میں اگلے جہان کا نقشہ اس طرح پیش کرتی ہے کہ گویا

قیامت کا دن آ گیا

ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے سامنے سوال و جواب ہو رہا ہے۔ کچھ لوگ خدا تعالےٰ کے سامنے آئے۔ اور انہوں نے موتیوں اور ہیروں اور اشرفیوں کے ڈھیر اس کے قدموں میں ڈال دیئے۔ اسی طرح وہ اور بھی کچھ مادی چیزیں بیان کرتی ہے اور کہتی ہے میں ایک گوشہ میں کھڑی حیران تھی کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ میری باری آئے گی تو میں خدا تعالےٰ کو کیا تحفہ دوں گی۔ آخر یہ سارے کے سارے لوگ جب چلے گئے تو

مجھے آواز آئی

کہ آگے آؤ میں خدا تعالےٰ کے حضور حاضر ہوئی اور اس کے قدموں میں روتی ہوئی گر گئی۔ میں نے کہا اے اللہ میرے پاس سوائے ان چند آنسوؤں کے اور کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے اوپر اُٹھا لیا اور کہا میرا سب سے قیمتی تحفہ آج کے یہ آنسو ہیں۔ یہ کلمۂ حکمت تھا جو ایک عیسائی عورت کے منہ سے نکلا۔ ایک عیسائی کی فطرت بھی خدا تعالےٰ نے ہی پیدا کی ہے اور کبھی کبھی وہ اپنے احساسات اور جذبات سے آزاد ہو کر فطرت کی طرف لوٹتا ہے اور جب وہ فطرت کی طرف جاتا ہے تو وہ ویسا ہی ہمارے قریب ہوتا ہے۔ جیسے ایک مومن۔ وہ فطرت کے نوروں کو پڑھتا ہے اور ان نوروں کو سامنے لا کر رکھ دیتا ہے مجھے یہ واقعہ پڑھے ۲۰ سال کے قریب گذر گئے ہیں۔ مگر اب بھی اس بات کا مجھ پر گہرا اثر ہے کہ اس عورت نے کیسی لطیف بات کہی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہیں۔ وہ مقدم ہیں اور انہیں مقدم رکھنا چاہیئے افسوس ہے کہ اب بہت کم انسان ہیں جو انہیں مقدم رکھتے ہیں۔ یا حقیقی طور پر اُنہیں مقدم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ان اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یعنی اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں اور انہیں جنت دے دی ہے۔ پس یہاں تحفہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک سودا ہے جو طے ہوا اور جس کے بدلہ میں اس نے مومنوں کو جنت دے دی۔ امریکن شاعرہ نے جو بات کہی ہے وہ صرف

ذریت تک رسائی نہ رکھنے کی وجہ سے اس کی زبان سے نکلی ہے۔ مگر قرآن کریم دل کی بات کہتا ہے۔ اس عورت نے یہ محسوس کیا کہ خدا تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر طاقتور نے اپنی طاقت پیش کر دی۔ مال دار نے اپنی دولت پیش کر دی۔ لیکن میرے پاس سوائے چند آنسوؤں کے پیش کرنے کے کچھ بھی نہیں۔ لیکن

قرآن کریم کہتا ہے

یہ تو ایک سودا ہے۔ ہم اسے تحفہ نہیں کہہ سکتے۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے پاس اپنی بھینس ۲۰۰ روپیہ پر بیچ دے۔ اور خریدار ۲۰۰ روپے کی رقم بیچنے والے کی بیوی کو دے کر کہے کہ اپنے خاوند کو کہنا کہ فلاں شخص یہ تحفہ دے گیا ہے۔ تو کتنی احمقانہ بات ہوگی وہ ۲۰۰ روپیہ تو بھینس کی قیمت ہے وہ تحفہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کہتا ہے ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ خدا تعالیٰ نے تمہارے جان و مال خرید لئے ہیں۔ اور وہ اس کے بدلہ میں تمہیں جنت دے گا۔ گویا

یہ مال و جان جنت کی قیمت

ہے۔ اور اسے تحفہ وہی شخص کہہ سکتا ہے جو کہہ دے کہ میں جنت میں نہیں جاتا اگر کوئی شخص یہ کہنے کو تیار ہو کہ میں جنت میں نہیں جاتا تو ایک حد تک اس کا یہ حق ہوگا کہ وہ انہیں تحفہ کہہ سکے۔ گو غالب والی بات پھر بھی آ جائے گی کہ ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

وہ جان جو ہم نے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کی وہ کیا تھی خدا تعالیٰ کی ہی دی ہوئی تھی۔ پھر اس کی دی ہوئی چیز کو واپس کر کے ہم نے کونسا احسان کیا ہے۔ مگر جہاں تک سودا کا سوال ہے اور جہاں تک قرآن کریم کی آیت بتاتی ہے یہ صاف بات ہے کہ ہمارے جان و مال کے بدلہ میں ہم نے جنت لے لی۔ تو پھر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے جان و مال تحفۃً دیئے ہیں۔ وہ تو بطور قیمت دیئے گئے ہیں اور جو چیز بطور قیمت دی جائے وہ تحفہ نہیں کہلا سکتی۔ در حقیقت تحفہ وہی ہے جو اس عورت نے پیش کیا۔ اس کے اندر جو عشق الٰہی کی گرمی تھی۔ اور جو آنسو اس نے بہائے تھے وہی اصل تحفہ تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کی جانے والی چیز وہی محبت ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ کے عشق میں گداز کر دیتی ہے اور گرمی کی وجہ سے دل کی رطوبت گیس بنکر اڑتی اور آنسو بنکر ٹپک پڑتی ہے۔ لیکن یہ آنسو بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ہر آنسو قبول نہیں ہوتا۔ جیسے ہر موتی سچا نہیں ہوتا۔ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔ ہر پھل کی شکل رکھنے والی چیز کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔ پھل مٹی کے بھی بنائے جاتے ہیں اور رنگے ہوئے بھی پھل ہوتے ہیں۔ ہر چمکنے والی چیز ملمع کی بھی ہوتی ہے۔ اسی طرح آنسو حقیقی بھی ہوتے ہیں اور مصنوعی بھی۔

کون کہہ سکتا ہے

کہ آنکھوں سے بہنے والا آنسو صرف دنیا کو دکھانے کے لئے ہے یا اس کی بے خودی کی علامت ہے۔ جب ایک پکنے والی ہنڈیا سے بخارات تیزی سے نکلتا ہے۔ تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ ڈھکنا بخارات کو روک نہیں سکتا مگر کبھی تم خود بھی پانی کا لوٹا اپنے ہاتھ سے بہاتے ہو۔ اور جب تم پانی کا لوٹا بہاتے ہو تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ لوٹا اس پانی کو روک نہیں سکتا بلکہ تم خود اسے بہاتے ہو۔ لیکن جب بخارات زور سے ہنڈیا سے باہر نکلتے ہیں اور ڈھکنا پرے پھینک دیتے ہیں تو تم کہتے ہو ڈھکنا بخارات کو روک نہیں سکتا۔ اس پانی میں جو تم

دیدہ دانستہ بہاتے ہو

اور ان بخارات میں جو خود بخود ڈھکنا پرے پھینک کر نکل آتے ہیں۔ زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے تو تم کام اس لئے بھی کرتے ہو کہ لوگ تم کو اچھا سمجھیں مگر جو کام خود بخود ہو جاتا ہے۔ اس میں تصنع اور فریب نہیں ہوتا۔

جنگِ بدر میں جب کافر رؤساء کافی تعداد میں مارے گئے۔ تو مکہ میں کوئی ایسا خاندان نہ رہا۔ کہ جس کا کوئی نہ کوئی لیڈر یا رئیس مارا نہ گیا ہو۔ مکہ کے لوگ ڈرے کہ اگر یہ خبر عرب میں پھیل گئی تو ان کا

وقار قائم نہیں رہے گا

انہوں نے واپس جاتے ہی یہ فیصلہ کیا کہ کوئی شخص اپنے مرنے والے رشتہ داروں پہ ماتم نہ کرے۔ اور نہ بین ڈالے۔ تاکہ جب لوگ باہر سے آئیں۔ تو وہ یہ محسوس نہ کر سکیں کہ انہیں کوئی صدمہ پہنچا ہے۔ لیکن دلوں میں آگ لگی ہوئی تھی۔ کسی کا ایک ہی بیٹا تھا اور وہ جنگ بدر میں مارا گیا۔ کسی کے دو ہی بیٹے تھے وہ مارے گئے۔ اور پھر ان کی موت پر آنسو بہانے کا بھی حکم نہیں تھا۔ بلکہ ماتم کرنے والے کے لئے ۱۰۰ اونٹ کی سزا مقرر تھی۔ ایک اونٹ کی قیمت اس زمانہ کے لحاظ سے اگر تیس روپے بھی فرض کر لی جائے تو ایک سو اونٹ کی قیمت تین ہزار روپے ہو جاتی ہے۔ جو اس وقت کے لحاظ سے ایک بڑی رقم تھی۔ سب لوگ اپنا جوش دبائے بیٹھے تھے۔ ایک رئیس جس کے دو بیٹے مارے گئے تھے۔ وہ سارا دن اندر چھپ کر روتا رہتا تھا۔ لیکن عرب میں چونکہ بین ڈالنے کا رواج تھا۔ اس لئے

اس کی آگ بجھتی نہیں تھی

وہ سمجھتا تھا کہ میں اکیلا رو رہا ہوں۔ اور دوسرے لوگوں میں سے کوئی شخص بھی میرا ساتھ نہیں دیتا۔ کیا میرے بچے اتنے ہی ذلیل تھے کہ آج ان پر میرے سوا اور کوئی نہیں روتا۔ روتے روتے اس کی بینائی بھی جاتی رہی۔ ایک دن کسی شخص کا ایک اونٹ مر گیا۔ وہ غریب آدمی تھا۔ اور وہی اونٹ اس کی جائداد تھا۔ اس نے ہودج سر پر رکھا اور مکہ کی گلیوں میں سے گذرتا ہوا یہ شعر پڑھتا چلا جاتا تھا کہ ہائے میرا اونٹ مر گیا۔ میرا اونٹ کتنا ہی اچھا تھا۔ وہ یہ شعر پڑھتا ہوا اس رئیس کے دروازے کے آگے سے بھی گذرا۔ اس رئیس نے جب یہ آواز سنی تو اس سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ اور چیخ مار کر کہنے لگا۔ کہ اس شخص کو اپنے اونٹ پر رونے کی اجازت ہے۔ لیکن مجھے ان بیٹوں پر رونے کی اجازت نہیں جو مکہ کی عزت تھے۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ تمام عورتیں باہر نکل آئیں اور مکہ میں ایک ماتم برپا ہو گیا۔ [illegible] تاوان وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اور انہوں نے اپنی قوم کے فیصلہ کی کوئی پرواہ نہ کی۔

غرض

جو چیز آپ ہی آپ نکل آتی ہے

اس کو روکا نہیں جا سکتا۔ لیکن جو نکالی جاتی ہے۔ وہ روکی جا سکتی ہے۔ تم ایک انجن کی آگ کو اونچا نیچا کر سکتے ہو۔ لیکن ایک آتش فشاں پہاڑ کی آگ کو دبانا تمہارے بس کی بات نہیں۔ تم چھڑکاؤ کرتے وقت مشک کے پانی کو اونچا نیچا کر سکتے ہو۔ لیکن بادلوں سے گرنے والے پانی کو تم تھام نہیں سکتے۔ تم پنکھے کی ہوا کو اونچا نیچا کر سکتے ہو۔ مگر چلتے ہوئے طوفانوں کو قابو میں نہیں لا سکتے۔ جو جوش خود بخود نکلتا ہے۔ وہ ایسا طوفان ہے جو بند نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایسی آگ ہے جس کو کوئی شخص دبا نہیں سکتا۔ وہ ایسی بارش ہے جس کو تھاما نہیں جا سکتا

یہی وہ تحفہ ہے

جو انسان خدا تعالیٰ کو دے سکتا ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے۔ وہ تو ایک سودے کی چیز ہے اور کیا ہی بے شرمی ہے کہ ہم اس کا نام تحفہ رکھیں۔ پھر سودے میں بھی ہم پوری قیمت ادا نہیں کرتے۔ اس میں بھی خدا تعالیٰ کا پلڑا بھاری ہوتا ہے۔ انسان کو کہتا ہے کہ میں نے قیمت ادا کر دی۔ لیکن دیتا بہت قلیل رقم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ زبان نہیں کھولتا۔ ۱۰۰ سے یاد نہیں کراتا۔ جس طرح لوگ سلائی کی مشینیں قسطوں پر لے لیتے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی اپنے بندوں کو اپنی جنت قسطوار دے رکھی ہے۔ لیکن انسانوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں۔ جو پوری اقساط ادا کر کے مرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کبھی یہ نہیں کہتا کہ چونکہ تم نے پوری قسطیں ادا نہیں کی تھیں۔ اس لئے میں تمہیں جنت نہیں دوں

اس کا یہ احسان ہے

کہ وہ بغیر اقساط ادا کئے اپنے بندوں کو جنت میں داخل کر دیتا ہے اور انسان کی یہ بے شرمی ہے کہ وہ کہے۔ کہ یہ میرا تحفہ ہے۔ اس نے تو پوری قیمت بھی ادا نہیں کی۔ تحفہ وہ عشق اور آگ ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں انسان کے دل میں

پیدا ہوتی ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ کو وہ بطور تحفہ پیش کرتا ہے۔ وہی اس بات کا مستحق ہے۔ کہ اسے خدا تعالیٰ کی محبت کا حقدار سمجھا جائے۔

دنیا میں

ہر خوشی کے موقع پر

غمگین آدمی کے دل میں ایک ٹیس اُٹھتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شادی ہو رہی ہو۔ لوگ اکٹھے ہو کر ایک دوسرے کو گلے مل رہے ہوں۔ تو یہ نظارہ دیکھ کر ایک عورت جس کا بیٹا یا بھائی گم ہو گیا ہو رو پڑتی ہے اور اسے اپنا گم شدہ بھائی یا بیٹا یاد آجاتا ہے۔ وہ خیال کرتی ہے کہ کاش میرا بھی بھائی یا بیٹا موجود ہوتا۔ تو میں بھی اس سے گلے ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری شریعت میں ہر خوشی کے موقعہ پر خدا تعالیٰ نے نماز مقرر کر دی ہے۔ جمعہ کا دن چھٹی کا ہوتا ہے۔ اس دن اجتماعی نماز رکھ دی۔ جمعہ کی نماز میں اگرچہ دو رکعت فرض ہی ہوتے ہیں۔ مگر اس کی تیاری میں زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ اور نماز ظہر کی نسبت جمعہ کی نماز کے لئے قربانی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ پھر

عیدیں آتی ہیں

ان میں بھی خدا تعالیٰ نے نماز مقرر کر دی۔ جس میں اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اگر تمہارے دل میں خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور عشق ہے۔ تو جب ایک دوست دوسرے دوست سے ملے گا۔ یا اس سے مصافحہ یا معانقہ کرے گا تو اس کے اندر ایک ٹیس بھی اُٹھے گی۔ کہ میں زید اور بکر اور خالد کو مل رہا ہوں۔ مگر افسوس کہ میں اپنے اصل مقصود کو خدا تعالیٰ سے نہیں مل رہا۔ پس عشق کے ہوتے ہوئے

خوشی کی کوئی تقریب ایسی نہیں ہوتی

جو غم نہ بن جائے۔ عشق کے ہوتے ہوئے خوشی کی تقریب کا غم نہ بن جانا ایک ناممکن امر ہے۔ جس ماں کا بچہ گم گیا ہو۔ ہر نیا بچہ جو اس کے ہاں پیدا ہوتا ہے اسے دیکھ کر وہ رو پڑتی ہے۔ اس کے خواہ دس بچے بھی ہو جائیں اس کی تسلی نہیں ہوتی۔ جب پوچھو کہ تمہارے ہاں دوسرا بچہ پیدا ہوا ہے۔ کیا اب بھی تم روتی ہو تو وہ کہے گی۔ مجھے اپنا گم شدہ بچہ یاد آگیا تھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام

کے بارہ بیٹے تھے مگر جب تک یوسف نہیں ملا۔ ان کے گیارہ بیٹے گیارہ خوشیاں نہیں تھیں۔ بلکہ ان کے لئے ایک رنگ میں غم کا باعث تھے۔ وہ باری باری جب انہیں نظر آتے۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آجاتے ان کا دل غم سے بھر جاتا اور ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے کیونکہ گمشدہ بچہ ہمیشہ یاد آتا ہے۔ لیکن مرنے والا یاد نہیں آتا۔ مرنے والے پر چند دن رو کر انسان چپ کر جاتا ہے۔ لیکن کھویا ہوا بچہ ساری عمر یاد آتا رہتا ہے گزشتہ فسادات میں جن ماؤں کے بچے اِدھر اُدھر رہ گئے تھے۔ ان میں سے بعض میرے پاس دعا کے لئے آتی ہیں۔ تو ان کے یہی الفاظ ہوتے ہیں۔ کہ دعا کریں۔ یا تو اس کا پتہ لگ جائے کہ وہ کہاں ہے اور یا یہ پتہ لگ جائے کہ وہ مر گیا ہے اگر مر گیا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کا واسطہ ہو جائے گا غرض جب کوئی محبوب چھٹا ہوا ہو۔ تو خوشی کی تقریب بھی غم بن جاتی ہے۔ اگر

خدا تعالیٰ کی محبت

دل میں موجود ہے۔ تو بندے کی بھی یہی حالت ہونی چاہیئے۔ اسی لئے ان خوشی کے موقعہ پر خدا تعالیٰ نے نماز رکھ دی۔ جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہم خوشی منا رہے ہیں۔ حالانکہ ہمیں اصل خوشی حاصل نہیں ہوئی۔ آؤ۔ اب ہم کچھ رو بھی لیں۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و زاری کریں۔ کیونکہ بعض دفعہ اس طرح بھی انسان کے اندر روحانیت پیدا ہو جاتی ہے۔

۲۲۔ اور ہمیں پریشانیوں اور تفکرات سے بچائے۔ آمین

خاکسار سیٹھ یوسف احمد الٰہ دین ابن حضرت سیٹھ عبد اللہ الٰہ دین صاحب سکندر آباد (دکن)

درخواست دعا عزیز محمد جمال الدین قریشی اور میرے بھائی محمد یوسف قریشی امتحان میٹرک میں شریک ہوئے ہیں۔ احباب جماعت اور درویشان قادیان کی خدمت میں عاجزانہ درخواست ہے کہ ان کی اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا کریں۔

خاکسار ایم۔ اے حفیظ قریشی از تیماپور

حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب مرحوم

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

نوٹ:۔ ربوہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب کی وفات کی افسوسناک اطلاع ملنے پر حضرت ممدوح کی طرف سے حسب ذیل نوٹ اخبار الفضل مجریہ ۱/۳/۶۲ میں شائع ہوا۔ ہندوستانی احباب کی خاطر اسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

(ادارہ)

"سکندر آباد دکن (انڈیا) سے یہ انتہائی افسوسناک خبر آئی ہے کہ حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب سکندر آباد دکن میں وفات پا گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ حضرت سیٹھ صاحب مرحوم کا نام نامی جماعت میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُنہوں نے غالباً خلافتِ ثانیہ کے ابتداء میں اسمٰعیلیہ فرقہ سے نکل کر احمدیت کو قبول کیا تھا اور پھر ایمان و اخلاص میں ایسی جلد جلد ترقی کی اور قربانی اور خدمتِ دین کا ایسا اعلیٰ نمونہ قائم کیا کہ بہت سے پہلے آنے والے لوگوں سے آگے نکل گئے۔ یہی وہ مبارک طبقہ ہے جسے قرآن مجید نے سابقون کے اعزازی نام سے یاد کیا ہے یعنی وہ بعد میں آتا ہے مگر دین کے میدان میں اپنی تیز رفتاری سے پہلوں سے آگے نکل جاتا ہے۔ حضرت سیٹھ صاحب مرحوم نے غیر معمولی مالی قربانی کے علاوہ اسلام اور احمدیت کی خدمت میں اتنا وسیع لٹریچر شائع کیا کہ ان کے تبلیغی ولولہ کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ گویا ایک مقدس جنون تھا جو انہیں ہر روز آگے سے آگے بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ اور ان کا یہ دینی جذبہ آخر عمر تک (وہ غالباً ۸۰ سے اوپر عمر پا کر فوت ہوئے) یکساں قائم رہا بلکہ ترقی کرتا گیا اور ذاتی نیکی اور عبادت میں بھی ان کا مقام حقیقتہً مثالی تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت سیٹھ صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور بہترین انعامات سے نوازے اور ان کی اولاد کا دین و دنیا میں حافظ و ناصر ہو اور جماعت میں بھی ان کے مقدس ورثہ کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے آمین یا رب العٰلمین۔ وہ یقیناً اس طبقہ میں سے تھے جن کے متعلق قرآن فرماتا ہے۔ کہ مِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ۔ دوسرے طبقہ کا خدا حافظ ہے۔

اے خدا بر تربتِ او بارشِ رحمت ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

خاکسار:۔

مرزا بشیر احمد ربوہ ۲۷/۲/۶۲ (الفضل ۱/۳/۶۲)

حضرت والد صاحب کی وفات پر اظہار تعزیت کا

شکریہ احباب

(از مکرم سیٹھ یوسف احمد الٰہ دین صاحب سکندر آباد):۔

والد ماجد حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب کی وفات پر جس رنگ میں احباب جماعت نے تاروں خطوط اور ملاقاتوں کے ذریعہ اپنی دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ اور دعاؤں سے ہماری مدد فرمائی ہے۔ ہم سب اس پر تہ دل سے شکر گذار ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ سب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا احسان ہے کہ آپ نے ہم سب کو حقیقی اسلامی اخوت کی سلک میں پرو دیا ہے۔ کہ ایسے موقعہ پر کسی ایک کا دکھ ہر ایک کو متاثر کرتا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ یہ عاجز اور میرے بڑے بھائی سیٹھ علی محمد الٰہ دین صاحب کوشش کر رہے ہیں کہ سب دوستوں کو انفرادی جواب بھی دیا جائے۔ جس میں یقیناً قدرے تاخیر ہو گی۔ اس لئے ان چند سطور کے ساتھ احباب جماعت کا مجموعی طور پر اپنے سب افراد خاندان کی طرف سے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور درخواست کرتا ہوں کہ احباب ہمیں اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں۔ اور حضرت والد ماجد بزرگوار کے حق میں بھی دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپ کے نیک نمونہ پر ہم سب کو چلنے کی توفیق دے ۲۲

حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری لمحات

مرض الموت اور تدفین کے مختصر حالات

(از مکرم جناب محمد عبداللہ صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی سیکرٹری مال جماعت احمدیہ حیدرآباد (دکن))

جماعت احمدیہ کا کم وبیش ہر فرد اور دنیا کا روحانی اور تعلیم یافتہ طبقہ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین بھائی کی ذات ستودہ صفات سے واقف ہے یہ ہستی جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ۲۰ر رمضان المبارک مطابق ۲۶ر فروری ۱۹۶۲ء روز دوشنبہ بوقت ۷ بجکر ۵ منٹ بعد مغرب اپنے مولائے حقیقی سے جا ملی۔ اور نہ صرف جماعت احمدیہ حیدرآباد و سکندرآباد بلکہ جماعت ہائے دکن ایک نعمت غیر مترقبہ سے محروم ہو گئیں کوئی ضرورتمند آپ کے در فیض سے خالی نہ لوٹا سبب کسی کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی۔ آپ سے رونا کا ملتجی ہوتا اور سکون پاتا۔ اسلام کا ایسا شیدائی اور احمدیت کا فدائی کم ہی ملے گا جس نے اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ اسلام کے علم کو بلند کرنے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دنیا میں قائم کرنے پر صرف کر دیا ہو۔ ایک فرد کی انفرادی تبلیغ و اشاعت لٹریچر پھر اس کی مفت تقسیم میں آپ کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے دلی لگاؤ۔ اور خاندان نبوت سے خلوص اور محبت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صرف آپ ہی کے حصہ میں آئی ہے۔ ہر لحہ احکام شریعت کی پابندی پیش نظر رہی۔ حضرت امیر المومنین کے ارشادات کا اتنا احترام ملحوظ رکھا کہ ۱۹۳۴ء میں حضور نے تحریک جدید جاری فرماتے ہوئے یہ اعلان فرمایا تھا کہ ہر فرد جماعت ایک کھانا کھائے۔ اس پر آپ اس دن سے وصال الٰہی کی تاریخ تک پوری طرح کاربند رہے۔ دستر خوان دوسروں کے لئے ہر اقسام کے لوازمات سے مزین ہوتا لیکن محترم سیٹھ صاحب ہیں کہ اس حکم پر عمل پیرا۔ ایک طرف شب بیداری ہے تو دوسری طرف مخلوق خدا سے انتہائی ہمدردی و داد و دہش اپنے عروج پر۔ بعض خاندان تو آپ کی بے پایاں نوازشات کی بدولت چمک اٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کی دولت دی اور لاکھوں ہی راہ خدا میں خرچ کر دیئے۔ طبیعت کی سادگی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ

یوم تبلیغ منانے کے لئے لٹریچر لے کر چل پڑتے۔ اور بس کے ذریعہ پھرتے ہوئے لٹریچر تقسیم کرآتے۔ مجاہدین تحریک جدید کے اسماء پر نظر دوڑائیں تو ظاہر ہو گا کہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو چھوڑ کر ساری جماعت کے افراد سے بہت زیادہ تحریک جدید میں چندہ ادا فرمایا ہے یعنی مقدار چندہ کے لحاظ سے حضور کے بعد سیٹھ صاحب محترم ہی کا نمبر ہے۔ جبکہ اشاعت لٹریچر کے لئے ایک مستقل ادارہ دفتر اشاعت اسلام کے نام سے صرف آپ ہی کے صرف سے سالہا سال سے لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر شائع کر رہا ہے۔ جب مجھے میرے بھائی محمود احمد سعید حیدرآبادی نے مجاہدین کی فہرست راست روانہ کی تو مجھے وہ کتاب سکندرآباد لے جا کر سیٹھ صاحب محترم کو دکھائی اور عرض کیا کہ مقدار چندہ کے لحاظ سے حضور کے بعد آپ ہی کا نمبر ہے تو آنکھیں پُرنم ہو گئیں اور فرمانے لگے کہ خدا تعالیٰ یہ حقیر خدمت قبول فرمائے۔ خدا تعالیٰ کی خوشنودی معلوم کرنے کو جی چاہا تو اس سے التجا کی کہ میرے پیارے اگر تو مجھ سے راضی ہے تو کوئی نشان دکھا اور عرش الٰہی کا یہ عالم کہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ جا کر حاضری دو۔ فرمایا کرتے کہ میرے پیارے خدا نے میری سن لی اور فرشتے بھیجنے شروع کر دیئے۔ جو مختلف لباس میں ملبوس ہوتے۔ میں نے ان سے گفتگو کی کوشش کی تو وہ چلے جاتے اس پر میں نے سمجھا کہ خدا کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ میں انہیں دیکھ لیا کروں اس لئے گفتگو کی کوشش ترک کر دی۔ مختصر یہ کہ ایسے ولی اللہ کی جدائی ہمارے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ اور اس وقت محزون دل اور زخمی جگر تفصیلات میں جانے کی اجازت نہیں دے رہا۔ صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آپ ہم سے کس طرح جدا ہوئے۔

کچھ دن پہلے یعنی ۲۴ر جنوری ۱۹۶۲ء کو عزیزی دوست سیٹھ یوسف الہ دین صاحب کا ٹیلیفون تقریباً ۴ بجے سہ پہر میرے دفتر وصول ہوا کہ سیٹھ صاحب کی طبیعت آج صبح سے زیادہ خراب معلوم ہوتی ہے اور کچھ تشویش سی پیدا

ہو گئی ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ طبیعت بے چین ہو گئی اور دفتر ہی سے سیدھا سکندرآباد پہنچا۔ بہت دیر تک سیٹھ صاحب کے پاس بیٹھا رہا۔ خیریت دریافت کی اور بات کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن موصوف صرف آنکھ کھول کر دیکھ لیتے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدیتے لیکن کوئی جواب نہ دیتے۔ کبھی بیٹھے بیٹھے پیر ترتیب کرتے پھر دراز کر لیتے۔ کچھ غنودگی کا سا عالم تھا۔ ڈاکٹر بلایا گیا تھا اس نے دوا تجویز کی تھی منگوائی گئی۔ معلوم ہوا کہ صبح قے ہوئی تھی۔ اس کے بعد ضعف بڑھ گیا پھر بھی ظہر کی نماز مسجد میں جا کر ادا فرمائی تھی۔ اس کے بعد پھر اٹھنے کی ہمت نہ رہی اور اس طرح کی غنودگی کا عالم رہا۔ بعد مغرب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو قادیان میں اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو ربوہ تار کے ذریعہ آپ کی علالت کی اطلاع دیکر دعا کی درخواست کی گئی اور محترم سیٹھ صاحب کو بتا دیا گیا کہ دعا کے لئے تار دے دیئے گئے ہیں۔ اس سے انہیں سکون حاصل ہوا۔ اور دوسرے دن طبیعت سنبھل گئی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اس کی اطلاع ہو چکی تھی کہ وصال الٰہی کا وقت قریب ہے۔ اس لئے جب محترم موصوف سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی صاحبزادی زینب بائی صاحبہ کو جو محترم محمود حسن صاحب آئی سی ایس کی حرم محترم ہیں اور ڈھاکہ میں رہتی ہیں کو آپ کی علالت کی اطلاع دی جائے تو فرمانے لگے کہ تار دو

"Pappa wants you"

چنانچہ حسبہٗ تار دیا گیا اور محترمہ بذریعہ ہوائی جہاز چلی آئیں۔ اتوار کو یعنی بتاریخ ۲۸ر جنوری ۱۹۶۲ء خاکسار اور محترم احمد حسین صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد، سکندرآباد پہنچے تو دیکھا کہ موصوف نماز عصر کی ادائیگی کے بعد مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ خیریت دریافت کرنے پر مسکرا کر فرمایا کہ اچھا ہوں اور اس کارروائی کے بارہ میں جو بیرونی ممالک میں ترسیل لٹریچر کے ضمن میں کچھ چھان بین ہو رہی ہے تشویش ظاہر فرمائی تو میں نے عرض کیا کہ آپ فکر نہ فرمائیں جو کچھ آپ نے کیا وہ خدا تعالیٰ

کے نام کو بلند کرنے کی غرض سے تھا وہ خود ہی اس کی یکسوئی کرا دے گا۔ ازاں بعد برادرم یوسف سے اپنی ایک تالیف منگوائی اور اس کی ورق گردانی فرماتے رہے۔

۲۵ر فروری روز یکشنبہ شہر حیدرآباد و سکندرآباد کے سے جنرل الیکشن کا دن تھا میں کیفیت پریذائڈنگ افسر صبح سات بجے سے ہی مصروف ہو گیا۔ رات دیر گئے جب بستر پر دراز ہونے کو تھا کہ عزیزہ بہن عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ برادرم یوسف صاحب کا ٹیلیفون موصول ہوا کہ محترم سیٹھ صاحب کی طبیعت پھر آج صبح سے بہت خراب ہو گئی ہے ہچکی کا عارضہ معلوم ہوتا ہے۔ اور یوسف صاحب انتہائی پریشان ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس وقت رات کے گیارہ بج رہے ہیں بس کے ذریعہ پہنچنے میں کافی وقت لگ جائے گا۔ بہر صورت میں حاضر ہوتا ہوں تو وہ فرمانے لگیں کہ آپ سارے دن کی مصروفیت کے باعث تھکے ماندے ہوں گے میں موٹر بھیجے دیتی ہوں۔ چنانچہ عزیز لیسین سلمہٗ فرزند یوسف صاحب موٹر لے کر پہنچے۔ میرے گھر میں داخل ہوتے ہی مجھے (اماں اہلیہ محترم سیٹھ صاحب) نے فرمایا کون ہے تو برادرم یوسف نے کہا کہ عبداللہ۔ تو فرمانے لگیں کہ اگر سیٹھ صاحب کا یہ آخری وقت ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں سہولت کے ساتھ جانے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں پہنچا۔ یہ جملہ اتنے سکون سے فرمایا کہ میں حیران رہ گیا۔ اور محترمہ کے جذبہ رضائے الٰہی نے مجھے بے انتہا متاثر کیا۔ پھر سیٹھ صاحب کے پاس پہنچا جہاں بہن زینب بائی اور ایک محترمہ خدمت میں مصروف تھیں اور محترم سیٹھ صاحب کی تکلیف سے پریشان۔ سیٹھ صاحب کے معدہ کا وہ حصہ جو تم معدہ کے عین نیچے ہے اچھل رہا تھا جس کی وجہ سے موصوف کچھ بے چین سے تھے۔ ہمارے پہونچنے پر سیٹھ صاحب نے فرمایا۔ یوسف۔ برادرم یوسف نے کہا کہ ہاں میں حاضر ہوں اور یہ عبداللہ بھی آیا ہے۔ میری طرف دیکھا اور اپنا ہاتھ مجھے دیا۔ میں نے تھوڑی دیر ہاتھ تھامے رکھا پھر آپ نے اٹھا کر بٹھانے کے لئے فرمایا۔ اس لئے کہ بیٹھنے سے کچھ سکون ہو جاتا تھا۔ چنانچہ موصوف کو سہارا دے کر اٹھایا گیا اور آپ کی پشت کو سہارا دینے کے لئے میں نے اپنا داہنا بازو آپ کی پیٹھ کو دیکر آپ کے پیچھے پلنگ پر

بیٹھ گیا۔ کچھ دیر آپ اس طرح تشریف فرما رہے۔ شہد پانی میں ملا کر دو چمچے پلائے گئے۔ تو آپ نے فرمایا بہت ٹھنڈا ہے ہم نے کہا ہلکا سا گرم کر لیا جائے لیکن موصوف نے پھر لیٹ جانے کی خواہش کی۔ چنانچہ پھر لٹا دیا گیا۔ اس وقت تک دو ڈاکٹر ہو کے جا چکے تھے۔ لیکن ان کی دواؤں سے کوئی فائدہ محسوس نہ ہوا تو بعد مشورہ تیسرے ڈاکٹر کو ٹیلیفون کیا گیا۔ اس وقت گیارہ بج چکے تھے۔ ان ڈاکٹر صاحب نے اس وقت آنے سے معذرت ظاہر کی۔ ہم نے اس وقت کی حالت بیان کر کے دوا تجویز کرنے کی خواہش کی اور تجویز کردہ دوا کی تلاش میں نکل پڑے ساری دوکانیں بند تھیں اور مالکان کی رہائش گاہوں کا علم نہ ہو سکا۔ تب یوسف صاحب کو ایک اور ڈاکٹر کا خیال آگیا۔ اس کے ہاں پہونچ کر وہ دوا حاصل کی گئی۔ اور جب واپس آئے تو معلوم ہوا کہ آنکھ لگی ہے۔ میں نے کہا کہ بیدار نہ کریں البتہ جب بیدار ہوں یہ چار خوراک حسب ہدایت ڈاکٹر صاحب ایک ایک گھنٹہ کے وقفہ سے دیتے رہیں۔ اس طرح رات کے ایک بجے یوسف صاحب نے مجھے اپنے گھر پہنچا دیا۔ راستہ میں کہنے لگے کہ ایک ڈاکٹر صاحب جو ہمارے بہت ہمدرد بھی ہیں کہہ رہے تھے کہ سارے انبیاء اسی راستہ سے گذر چکے ہیں جس سے مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ میں نے دلاسا دیا کہ یونہی ڈاکٹر صاحب نے ایک بات کہہ دی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے۔ دوسرے دن یعنی پیر کی صبح کو طبیعت کچھ سنبھلی رہی۔ بشیر الدین الہ دین صاحب نے ٹیلیفون کے ذریعہ مختلف احباب جماعت حیدرآباد کو اطلاع پہنچا دی۔ چنانچہ محترم چوہدری مبارک علی صاحب مبلغ سلسلہ محترم نائب امیر صاحب محترم سراج الحق صاحب انسپکٹر بیت المال سیٹھ محمد اعظم صاحب، سیٹھ سعید جہانگیر صاحب سیٹھ عمر صاحب و دیگر احباب جماعت مزاج پرسی کے لئے آتے رہے اور سیٹھ صاحب نے ہر ایک سے اُن کے حسب حال گفتگو فرمائی۔ اپنے بھتیجوں خان صاحب دوست محمد الہ دین اور نور محمد الہ دین صاحب کو ہدایات دیں کہ ٹیکس پائی پائی کا حساب کر کے چکا دیا جائے۔ اور نصیحت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہر طرح نوازا ہے اس روحانی نعمت سے کیوں محروم رہتے ہو۔ اور اپنی عاقبت کیوں نہیں سنوار لیتے۔ ایک بکرا صدقہ دیا گیا لیکن موت کا وقت مقرر ہے اور ہر ایک کو اسی راہ سے گذرنا ہی ہے۔ دوپہر کے بعد پھر حالت خراب ہونے لگی۔ سوا چار بجے ڈاکٹر سید عبد المنان صاحب کو جو ایک بہت ہی ماہر، نہایت خوش اخلاق خدا ترس اور حاجی بھی ہیں بلوا لئے گئے۔ ان کی ہدایات کے بموجب عمل کیا جاتا رہا۔ بعد مغرب پیپ گلوکوس کا انجیکشن دیا جا رہا تھا ایک ہچکی کے ساتھ تھوڑا پانی نکلا۔ خیال کیا کہ قے ہوئی ہے۔ لیکن دراصل روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی۔ جس کا کسی کو علم بھی نہ ہو سکا۔ اور آنکھوں کو غور سے دیکھنے سے پتہ چلا کہ یہ مقدس بزرگ ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکا ہے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میں بدقسمتی سے اُس وقت حاضر نہ تھا۔ بعد افطاری سکندرآباد پہونچنے کا ارادہ تھا۔ اس لئے کھانے سے فارغ ہو کر سات بج کر دس منٹ پر اپنی روانگی سے قبل ٹیلیفون کیا تو بشیر سلمہ نے کہا کہ برادرم یوسف سیٹھ صاحب کے پاس ہیں۔ میں نے کہا کہ اب طبیعت کیسی ہے تو جواب ملا کہ اُن کا انتقال ہو گیا۔ یہ سننا ہی تھا کہ مجھ پر ایک سکتہ کا سا عالم طاری ہوا۔ پھر سنبھل کر پوچھا۔ کب تو جواب ملا کہ بس پانچ سات منٹ ہوئے ہوں گے۔ اس کے بعد فوراً بس کے ذریعہ سکندرآباد روانہ ہوا۔ دیکھا کہ وہاں چوہدری صاحب اور نائب امیر صاحب پہلے سے موجود ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ انہیں اطلاع ملتے ہی ٹیکسی لے کر وہ چل پڑے پہلے میرے گھر پہنچے اور یہ معلوم کر کے کہ میں جا چکا ہوں وہ سیدھے سکندرآباد روانہ ہو گئے اور مجھ سے پہلے ہی پہونچ گئے۔ ہم نے ان حضرات کے ساتھ سیٹھ صاحب کی زیارت کی۔ پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور قریب کی کرسی پر بیٹھ کر سورۃ یٰسین کی تلاوت کی۔ جیسے جیسے اطلاع ملتی گئی احباب زیارت کے لئے آتے گئے۔ اور حالات دریافت کرتے رہے۔ برادرم یوسف صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ سیٹھ صاحب کی جدائی تو ہم پر ظاہر ہو گئی تھی۔ اس لئے کہ پہلے دن ہی کی علالت کے بعد یعنی اتوار کی صبح کو والد صاحب محترم نے ایک رویا دیکھا اور فرمایا کہ شام کو میں جاؤں گا۔ سحری کروں گا اور روزہ رکھوں گا۔ اور مسیح الدین صاحب کہہ رہے تھے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ پانچ سات بجے جاؤں گا۔ چنانچہ پانچ بجے آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور سات بج کر ۵ منٹ پر آپ کی روح آپکے جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔

ذمہ دار عہدہ داران جماعت یعنی چوہدری مبارک علی صاحب مبلغ مرکز کا محترم نائب امیر صاحب نے اس خیال سے کہ کوئی فرد جماعت سیٹھ صاحب کے آخری دیدار اور نماز جنازہ میں شرکت سے محروم نہ رہے طے کیا کہ منگل مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۶۲ء بوقت ایک بجے دوپہر الہ دین بلڈنگس ہی میں نماز جنازہ ادا کر کے قبرستان لے جایا جائے۔ خان صاحب دوست محمد الہ دین اور نور محمد الہ دین صاحب فرزندان خان بہادر احمد الہ دین صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ عین دوپہر کے وقت اگر جنازہ رکھا یا جائے۔ تو روزہ داروں کو تکلیف ہوگی۔ جبکہ کئی احباب شرکت کریں گے۔ اس لئے صبح دس بجے تدفین کا انتظام کیا جائے تو بہتر ہے بالآخر جماعت کے تصفیہ پر سب رضا مند ہو گئے۔

دوسرے دن چیپل بنگلہ کو الہ دین بلڈنگس کے کشادہ صحن میں بڑا شامیانہ نصب کیا گیا۔ معززین اور بڑے بڑے مسلم تجار نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ محترم چوہدری مبارک علی صاحب نے ایک بج کر ۲۰ منٹ پر نماز جنازہ پڑھائی۔ امیر علی صاحب کی بہو (جو سیٹھ صاحب مرحوم کے بھانجے ہیں اور دلی میں رہتے ہیں اور جو ٹرنک کال پر انتقال کی اطلاع ملنے پر ہوائی جہاز کے ذریعہ صبح اپنی والدہ کے ساتھ سکندرآباد پہونچ چکے تھے) اور دیگر اعزا کی خواہش تھی کہ قبرستان تک میت کو لاری میں لے جائیں۔ چنانچہ کچھ دور تک کندھوں پر لے جانے کے بعد نعش لاری میں رکھ دی گئی۔ لیکن محترم غلام قادر صاحب شرق نائب امیر جماعت احمدیہ سکندرآباد اور دیگر احباب جماعت کے اصرار پر کہ کندھوں ہی پر لے جا کر یہ آخری خدمت انجام دینا چاہیئے۔ اور ثواب حاصل کرنا چاہیئے۔ چند ہی گز کے بعد نعش پھر سے کندھوں پر اتار لی گئی اور تقریباً ڈیڑھ دو میل کا فاصلہ عین دھوپ میں شوق و ذوق سے کندھے دیتے ہوئے طے کیا گیا جبکہ اس میت کے جلوس میں پیچھے لاریوں اور موٹروں کا ایک طویل سلسلہ لگا ہوا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں یہ جلوس قبرستان پہونچا اور تدفین اور دعا کے بعد پونے تین بجے بعد دوپہر احباب واپس آ گئے۔ اتفاقاً سیٹھ محمد معین الدین صاحب آف چنتہ کنٹہ اور سیٹھ محمد اسمٰعیل صاحب آف چنتہ کنٹہ بھی ۲۷ کی صبح کو ۴ بجے حیدرآباد پہونچ گئے تھے۔ اس طرح انہیں بھی نماز میں شرکت اور آخری زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔

یہ ہے مختصر سی روئداد واقعہ بھیا کی جو ان تین دنوں میں گذری۔ آپ کی جدائی پر آپ کی اہلیہ محترمہ، دو لڑکوں سیٹھ علی محمد الہ دین صاحب ایم اے ایڈنبرا۔ سیٹھ یوسف الہ دین صاحب اور چار لڑکیوں فاطمہ بائی صاحبہ، زینب بائی صاحبہ، ہاجرہ بائی صاحبہ اور امۃ الحفیظ صاحبہ کے ساتھ جماعت احمدیہ کا ہر فرد بار کا سوگوار ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم موصوف کو اعلیٰ علیین میں اپنا قرب عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ اس امر کی توفیق عطا کرے کہ وہ محترم کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں اور وارث حقیقی بن کے اس کام کو جاری رکھیں جو کہ مرحوم و مغفور کے لئے صدقہ جاریہ کا موجب ہو آمین یا رب العالمین

خاکسار محمد عبد العزیز [illegible] امیر [illegible] جماعت احمدیہ حیدرآباد

اسلام کا بنیادی رکن زکوٰۃ

احباب اس طرف خاص توجہ کریں

اسلام کی بناء جن پانچ ارکان پر ہے ان میں ادائیگی زکوٰۃ تیسرا رکن ہے اور قرآن کریم میں بھی خدا تعالیٰ نے قریباً ہر جگہ نماز کے حکم کے ساتھ ادائیگی زکوٰۃ کی تاکید بھی فرمائی ہے۔ اس حالت میں اگر کوئی صاحب نصاب اپنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کا وعدہ ایمان زبانی ہے۔ اور وہ ایسا ہی قابل مواخذہ ہے جیسے کہ تارک الصلوٰۃ۔

زکوٰۃ کیوں دی جاتی ہے تاکہ تزکیہ اموال ہو۔ حرص و بخل کا خاتمہ ہو۔ ایثار کا مادہ بڑھے۔ رضائے الٰہی کا حصول ہو۔ اور اسی کی محبت میں اضافہ۔ یہ روحانی بیماریوں کے علاوہ ظاہری پریشانیوں سے بچنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

ناظر بیت المال قادیان

درخواست دعا ہمارے بچے اور بچیاں آجکل مختلف امتحانوں میں شریک ہو رہے ہیں جن میں بعض میٹرک اور ٹل کلاسوں کے امتحانات میں شریک ہیں احباب ان سب کی نمایاں کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔ (ادارہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام

تقریر مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس بر موقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۹۱ء قادیان

(۲)

مذہبی فضا کو خوشگوار بنانے کے لئے تین تجاویز

مذہبی مناظرات کی وجہ سے بین المذاہبی فضا مکدر ہوگئی تھی اور ایک دوسرے مذہب پر بغیر کسی اصول و معیار کے بے تحاشا اعتراضات ہوتے تھے اور دلآزار لٹریچر شائع ہوتا تھا۔ تو بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ۱۸۹۵ء میں اس فضاء کو خوشگوار بنانے کے لئے وائسرائے ہند کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ایک میموریل تیار کیا جو تجاویز پر مشتمل تھا۔

اول۔ اگر مجبوراً دوسرے مذاہب پر اعتراض کرنا پڑے یا الزامی جواب دینے کی ضرورت پیدا ہو۔ تو یہ قانون بنایا جائے کہ کوئی فریق دوسرے فریق پر ایسا حملہ یا ایسا اعتراض کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ جو خود اس کے اپنے مذہب پر بھی پڑتا ہو۔ کیونکہ یہ بھی ایک بڑا ذریعہ فتنہ و فساد کا ہے کہ لوگ اپنے اندرونی نقائص پر نگاہ ڈالنے کے بغیر دوسرے مذہبوں اور اُن کے پیشواؤں پر اعتراض کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہی اعتراض اُن کے اپنے مذہب اور پیشواؤں پر بھی پڑتے ہیں۔

دوم۔ یہ کہ ہر فریق اپنے مذہب کی مسلّمہ کتب کی ایک فہرست شائع کرے۔ جو اُس کے مذہب کی مقدس اور بنیادی کتب ہوں۔ اور ان بنیادی کتب کی ترتیب بھی مقرر کردے اور پھر گورنمنٹ کی طرف سے یہ پابندی لگادی جائے کہ کوئی فریق دوسرے فریق کے مذہب پر اعتراض کرتے وقت ان کتب سے باہر نہ جائے۔ کیونکہ بین الاقوامی کشیدگی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ رطب ویابس کے ہر ذخیرہ کو مذہب کے خلاف حملہ کرنے کا بہانہ بنا لیا جاتا ہے"۔

(اشتہار ۲۲ ستمبر و ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء)

مگر افسوس ہے کہ بعض کوتاہ اندیش مسلمانوں کے عدم تعاون کی وجہ سے یہ تجویز تکمیل تک نہ پہونچ سکی۔ اور ۱۸۹۷ء میں ایک عیسائی نے "امہات المومنین" کتاب شائع کی۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات پر گندے اعتراضات کئے گئے تھے۔

جس کے نتیجہ میں ایک ہنگامہ ہوا۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حکومت کو توجہ دلائی۔ کہ ہم جائز مذہبی تبادلہ خیالات اور پُرامن تبلیغ کو بند کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ مذہبی آزادی کے نام پر ناجائز اور ناواجب حملے ایک دوسرے پر نہ کئے جائیں۔ اور مذہبی تقریر و تحریر کو مناسب تیود میں مقید کردیا جائے۔ اس موقعہ پر آپ نے تیسری تجویز یہ پیش فرمائی کہ

تجویز سوم۔ موجودہ حالات کے پیش نظر وقتی طور پر یہ قانون بھی بنادیا جائے کہ کوئی فریق دوسرے فریق پر حملہ نہ کرے۔ بلکہ ہر شخص اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور اس کے محاسن دوسرے کے سامنے رکھے۔ مگر دوسرے کے مذہب پر حملہ کرنے کی اجازت نہ ہو۔ جس میں خوبیاں زیادہ ہوں گی۔ وہ خود بخود افضل ثابت ہوجائے گا۔ اور اس طرح کسی قسم کی بدمزگی اور جھگڑا بھی پیدا نہ ہوگا"۔

(اشتہارات ۲۴ فروری و ۴ مئی ۱۸۹۸ء)

مگر افسوس اس نوبت پر بھی گورنمنٹ نے کوئی موثر قدم نہ اُٹھایا۔ اور مامور ربانی کی پیش کردہ تجویز کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ جس کے نتیجہ میں مذہبی فضاء اور مخدوش و مکدر ہوتی چلی گئی آخر ۱۹۲۵-۲۶ء میں حکومت کو حالات سے مجبور ہوکر پیشوایانِ مذاہب کی عزت کے تحفظ کے لئے قانون بنانا پڑا۔ جو انڈین پینل کوڈ (یعنی ضابطہ فوجداری ہند) میں دفعہ ۲۹۵ الف کے نام سے موسوم ہے۔ جس کی رو سے ہر اُس شخص کے لئے جو کسی مذہب یا کسی مذہبی پیشوا کی توہین کا مرتکب ہو جرمانہ اور قید کی سزا تجویز کی گئی ہے اس قانون کے پاس ہوجانے کے بعد مذہبی دنیا میں گندے اور اشتعال انگیز لٹریچر کی اشاعت ایک حد تک رک گئی۔ اور فضا خوشگوار ہوگئی۔

ایک مزید اصلاحی اقدام الحب و بین المذاہب

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ متواتر اور مسلسل کوشش فرماتے رہے کہ مناظرات کی تلخی کم ہو اور مذاہب کے درمیان اتحاد و محبت کے خوشگوار تعلقات قائم ہوں۔ اسی ضمن میں ۱۸۹۶ء میں آپ نے جملہ پیشوایانِ مذاہب کی عزت و تکریم کرنے کے بہترین اصل کو بیان فرمایا۔ جس کی بنیاد آیت قرآنی اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ" پر ہے کہ ہر قوم میں خدا تعالےٰ کے مرسل و مامور آتے رہتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

" یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم اُن تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں۔ جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں۔ یا چین میں یا کسی اَور ملک میں۔ خدا نے کروڑہا دلوں میں اُن کی عزت اور عظمت بٹھادی۔ اور اُن کے مذہب کی جڑ قائم کردی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اس اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آگئی ہے۔ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے"

(تحفہ قیصریہ صفحہ ۵)

چنانچہ جماعت احمدیہ متذکرہ بالا ارشاد قرآنی اور تعلیم مامور ربانی کے ماتحت جملہ پیشوایانِ مذاہب کی عزت و تکریم کرتی ہے۔ اور ہر سال اس نیک مقصد کے حصول کے لئے "سیرت پیشوایانِ مذاہب" کا دن مناتی ہے

عصمت انبیاء کا مسئلہ

یہ ایک عجیب بات ہے۔ کہ مختلف اہل مذاہب ایک طرف بعض لوگوں کو بطور نبی اور رسول یا رشی و اوتار مانتے ہیں۔ تو دوسری طرف ان کی طرف ایسے فرسودہ واقعات و روایات بھی منسوب کرتے ہیں۔ جو اُن برگزیدہ اور پاکباز لوگوں کی عصمت و عفت پر ایک بدنما داغ لگانے والی ہیں اور وہ امور اُن کے مقدس مشن کے بھی خلاف ہیں۔ بائبل تفاسیر قرآنی اور ہندوؤں کے مذہبی لٹریچر میں اس کی تفاصیل موجود ہیں۔

مگر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے جہاں جملہ پیشوایانِ مذاہب اور انبیاء کرام کی عزت و تکریم کی تعلیم دی۔ تو ساتھ ہی اُن کی عصمت و پاکیزگی کو بھی تسلیم کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے اپنی متعدد کتب اور تقاریر میں اس امر کی صراحت فرمائی ہے۔ کہ انبیاء کرام روحانیت کے ایک بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں۔ اور اخلاق فاضلہ اور اعلےٰ کردار کے مالک ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ مخلوق کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ وہ عیوب و نقائص سے پاک کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ؎

ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم
ہمچو خاکے اوفتادہ بر درے
ہر رسولے کو طریق حق نمود
جان ما قربان بآں حق پرورے

(سراج منیر)

نیز فرمایا ؎

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الورا یہی ہے

(درثمین)

پیغام صلح

مذہبی اتحاد و صلح کی فضاء کو مزید خوشگوار بنانے کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی وفات سے ایک روز قبل ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو ایک رسالہ رقم فرمایا۔ جس کا نام "پیغام صلح" ہے۔ جس میں آپ نے نہایت واضح طور پر مسلم اور غیر مسلم احباب کو باہمی صلح کرنے کی دعوت دی۔ اور بتایا کہ حقیقی یا پائیدار صلح تبھی ہوسکتی ہے جب دونوں قوموں کے افراد یہ عہد و اقرار کریں کہ وہ ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں کی صدق دل سے عزت و تکریم کریں اور ایک دوسرے کے مذہبی جذبات و احساسات کا خیال رکھیں۔ ساتھ ہی انذار کے رنگ میں خبردار کیا۔ کہ اس صلح میں ہی خیر و برکت ہے۔ ورنہ ان پر بلاؤں پر بلائیں آئیں گی۔ مگر افسوس اہل وطن نے مامور ربانی کے اس آخری پیغام کی قدر نہ کی جس کا نتیجہ ظاہر و باہر ہے۔ کہ وطن دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اور جذبات میں تلخی ابھی باقی ہے۔ کاش تلافی مافات اور آئندہ کے خوشگوار ماحول کے پیدا کرنے کے لئے مامور ربانی کے پیش کردہ اصل کو جملہ اہل مذاہب اختیار کریں۔ ہمارے ملک کے قابل احترام لیڈر جس "نیشنل انٹیگریشن" یعنی قومی یکجہتی کی بار بار اہل وطن سے اپیل کر رہے ہیں۔ وہ قومی یکجہتی نہیں پیدا ہوسکتی جب تک اہل وطن بالخصوص مذاہب و ملت متذکرہ بالا اصل کو اپنانے کا عہد اور عزم نہ کریں

کسی مذہب کی برتری ثابت کرنے کیلئے ایک اہم تجویز

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے مذاہب

کے باہمی اختلافات کو دیکھ کر حکومتِ وقت کے سامنے ۱۸۹۹ء میں یہ تجویز پیش کی۔ کہ

"گورنمنٹ ایک مذہبی جلسہ کا اعلان کرے ...... تمام قوموں کے سرگردہ علماء اور فقراء اور ملہموں کو اس غرض سے بلایا جائے۔ کہ جلسہ کی تاریخ پر حاضر ہو کر اپنے مذہب کی سچائی کے دو ثبوت دیں

(۱) اول ایسی تعلیم پیش کریں جو دوسری تعلیموں سے اعلیٰ ہو۔ جو انسانی درخت کی تمام شاخوں کی آبپاشی کر سکتی ہو۔

(۲) دوسرے یہ ثبوت دیں کہ اُن کے مذہب میں روحانیت اور طاقتِ بالا ویسی ہی موجود ہے جیسا کہ ابتداء میں دعویٰ کیا گیا تھا ...... قوموں کے سرگردہ ان دو ثبوتوں کے لئے طیار ہو کر جلسہ کے میدان میں قدم رکھیں اور تعلیم کی خوبیاں کرنے کے بعد ایسی اعلیٰ پیشگوئیاں کریں جو محض خدا کے علم سے مخصوص ہوں اور نیز ایک سال کے اندر پوری بھی ہو جائیں۔ غرض ایسے نشان ہوں جن سے مذہب کی ذات ثابت ہو ...... اسلئے ضروری ہے کہ سچے مذہب کی یہی نشانی ہو۔ کہ زندہ خدا کے زندہ نمونے اور اُس کے نشانوں کے چمکتے ہوئے نور اُس مذہب میں تازہ بتازہ موجود ہوں"

(ضمیمہ تریاق القلوب المشتہر ۲۷ ستمبر ۱۸۹۹ء)

اسلام ایک زندہ مذہب ہے

متذکرہ بالا شرائط کے ماتحت کسی مذہب کے سرگردہ اور عالم کو میدانِ مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور نہ ہی حکومتِ وقت ایسے روحانی مقابلہ کا کوئی انتظام کروا سکی۔ مگر اس کے بالمقابل اسلام کا فتح نصیب جرنیل ببانگِ دہل اعلان کرتا ہے کہ ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

نیز فرمایا۔

(ب) "اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اُس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔"

(تریاق القلوب صٓ ایڈیشن اول)

(ج) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی زندگی کو پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ

"میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اب آسمان کے نیچے اعلےٰ اور اکمل طور پر زندہ رسول صرف ایک ہے یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اسی ثبوت کے لئے خدا نے مجھے مسیح کر کے بھیجا ہے جس کو شکست ہو وہ آرام اور آہستگی سے مجھ سے یہ اعلےٰ زندگی ثابت کرا لے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا۔ تو کوئی عذر بھی ہوتا۔ مگر اب کسی کے لئے عذر کی جگہ نہیں۔ کیونکہ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ کہ میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ کر کے کہتا ہوں یہ باتیں سچ ہیں۔ اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے دنیا زندہ ہو رہی ہے۔ نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ برکات ظہور میں آ رہے ہیں غیب کے چشمے کھل رہے ہیں پس مبارک وہ جو اپنے تئیں تاریکی سے نکال لے۔"

(دیکھو زندہ رسول)

(د) قرآن مجید کی اکملیت کا دعوےٰ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"صرف قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو اپنے دعویٰ کو ہر قسم کی دلیل سے مدلل کرتا اور پھر پیش کرتا ہے۔ اور خدا کے احکام کو زبردستی نہیں منواتا۔ بلکہ انسان کے منہ سے سرِ تسلیم خم کرنے کی صدا نکلواتا ہے نہ کسی جبر و اکراہ سے بلکہ اپنے لطیف طریق استدلال سے اور فطری سیادت سے۔ دوسرے توریت و انجیل وغیرہ کا مخاطب خاص گروہ ہے اور قرآن کے مخاطب کل لوگ ہیں جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔ پہلی کتابوں کے زیرِ نظر دوسرے مذاہب وغیرہ۔ مثلاً سفر اور برہمو وغیرہ نہ تھے۔ بخلاف اس کے قرآن شریف کے مخاطب کل ملل و مذاہب اور فرقے ہیں۔" (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۸۹-۸۸)

سچ فرمایا آپ نے ؎

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

(باقی)

حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات پر

احبابِ جماعت کی طرف سے اظہارِ تعزیت

بمبئی

آخر آج وہ خبر آ گئی جس کے سننے سے طبیعت ہمیشہ گریز کرتی تھی۔ یعنی الحاج حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب رضی اللہ عنہ کی خبر وفات۔

جماعت احمدیہ بمبئی اس عظیم سانحہ پر اپنے گہرے غم و افسوس کا اظہار کرتی ہے۔ حضرت سیٹھ صاحب مرحوم احمدیت کے ایک زبردست ستون تھے۔ قربانیوں کا مجسمہ اور نیکیوں کا پیکر۔

آپ کی وفات حسرت آیات سے جماعت میں جو خلا پیدا ہوا ہے۔ بظاہر اس کی تلافی مشکل معلوم ہوتی ہے۔ لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امرًا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو علیین کے اعلےٰ مقامات پر فائز کرے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

خاکسار
سمیع اللہ انچارج مسلم مشن بمبئی۔

کیرنگ (اڑیسہ)

جماعت احمدیہ کیرنگ نے حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کی وفات کی خبر بڑے رنج اور افسوس کے ساتھ سُنی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت سیٹھ صاحب مرحوم و مغفور کی ایثار و قربانی خلوصیت و شخصیت سے احمدی بچہ بچہ واقف ہے آپ اسلام و احمدیت کی تبلیغ کی خاطر علاوہ علمی خدمات کے مال کو پانی کی طرح بہا دیا۔ یوں تو سلسلہ کا ہر فرد قربانی و ایثار کی خواہش رکھتا ہے۔ اور سینکڑوں اس میدان میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ مگر سلسلہ کی تاریخ ان دو سیٹھوں کی قربانی کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی اول جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں خدمت کا موقعہ ملا۔ یعنی حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحبؓ مدراس والے تھے۔ دوم۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالےٰ کے زمانہ میں کھڑا کر دیا یعنی حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین۔ مرحوم و مغفور تھے۔ دونوں نے اپنے مالوں کو اشاعت اسلام اور احمدیت دین کی خاطر بے دریغ لٹا دیا۔ بسا اوقات اپنے اوپر تنگی وارد کر لی مگر سلسلہ کی خدمت سے منہ نہ موڑا۔

اے جانے والے جاؤ اور اپنے خدائے رحیم و کریم کے آغوشِ محبت میں جگہ پاؤ۔ ہزار ہزار رحمتیں۔ برکتیں اور سلام ہوں تم پر کہ تم نے اپنی زندگی کے مقصد کو خوب پہچانا اور بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اس کو نبھایا

اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کیرنگ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب مرحوم کے جملہ لواحقین کے ساتھ دلی تعزیت کا اظہار کرتی ہے اور دعا کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ اور ہم سب کو حضرت سیٹھ صاحب مرحوم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دیتے ہوئے صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور حضرت سیٹھ صاحب مرحوم کو اپنے قرب خاص سے جنت الفردوس میں اعلےٰ مقام جگہ دے۔ آمین۔

خاکسار:۔
سید محمد موسےٰ مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ
کیرنگ (اڑیسہ)
(باقی)

دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد

بیعت کے وقت ہر احمدی یہ عہد کرتا ہے کہ

"میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"

اس کے بعد ہر احمدی کا فرض اولین ہوتا ہے کہ اس عہد کو آخری دم تک ہر جہت سے پورا کرنے کی سعی کرے۔ لیکن ماہی آمد لازمی چندہ جات کی پوزیشن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے (اس پوزیشن کا گوشوارہ بدر مورخہ ۱۵/۲/۶۲ میں شائع کر دیا گیا ہے) کہ بہت سی جماعتوں کے احباب نے مالی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں کی۔ اور اپنے عہد بیعت کو سامنے نہ رکھ کر تدرے تساہل سے کام لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ افراد جماعت کے بقایا کی وجہ سے مرکز کی آمد کی وجہ سے زیر بار ہے۔ اور اہم و ضروری امور سلسلہ کی سرانجام دہی یا تکمیل میں تاخیر بار کاوٹ کا خدشہ ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مالی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی اہمیت کے بارہ میں تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ

"دنیا میں آج تک کون سا سلسلہ ہوا ہے جو خواہ دنیوی حیثیت سے ہو یا دینی سے بغیر مال کے چل سکا ہے۔ دنیا میں ہر ایک کام اس لئے کہ یہ عالم اسباب ہے اسباب سے ہی چلایا جاتا ہے۔ پس کس قدر بخیل اور ممسک ہے وہ شخص جو ایسے عالی مقصد کی کامیابی کے لئے ادنیٰ چیز مثل چند پیسے خرچ نہیں کر سکتا پس تم میں سے ہر ایک کو جو حاضر یا غائب ہے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو چندہ سے خبردار کرو۔ اور ہر ایک کمزور بھائی کو چندہ میں شامل کرو کہ یہ موقع پھر ہاتھ آنے کا نہیں"۔

اگر بقایادار احباب اس لئے ادائیگی چندہ جات میں تساہل سے کام لیتے ہیں کہ ایسا کرنے سے ان کے اموال میں کمی آجائے گی تو ان کی آگاہی کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد درج کیا جاتا ہے کہ

"اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی۔ کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ جو شخص خدا کے لئے بعض حصہ مال چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمات بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا"۔

یہ بھی ممکن ہے کہ احباب اپنی ذاتی یا خاندانی ضروریات کی بنا پر اس طرف پوری توجہ نہ دے سکے ہوں۔ اور اس وجہ سے چندہ جات کے بقایا دار ہو گئے ہوں۔ لیکن اس صورت میں بھی یہ امر قابل توجہ ہے کہ جب دین کے لئے سلسلہ کو مال کی ضرورت ہے اور احباب کو اپنی ضروریات کے لئے بھی ۔۔ تو مقدم کس کی ضرورت کو رکھا جانا چاہیئے؟ دینی ضرورت کو یا ذاتی ضرورت کو؟ اس کا جواب عہد بیعت میں ہے کہ جو ہر احمدی نے کیا کہ

"میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"

پھر اسی بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"انسان کی ضرورتیں تو ہمیشہ اس کے ساتھ لگی ہی رہتی ہیں لیکن ایمان کی علامت یہ ہوتی ہے کہ سلسلہ کے کاموں کو انفرادی کاموں پر مقدم سمجھا جائے ۔۔۔۔۔۔ مومن کی علامت تو یہ ہوتی ہے کہ اسے کتنی ہی حقیقی ضرورت کیوں نہ در پیش ہو وہ اسے دینی خدمت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتا ہے۔ اور اپنی ضروریات کو دین کی ضروریات پر قربان کر دیتا ہے۔۔۔۔ پس مومن خواہ مرد ہو یا عورت دین کے کاموں کو دنیا پر ہمیشہ مقدم رکھتا ہے اور دین کے کام کو سرانجام دینے کے لئے اسے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ پہنچے۔ اس کے گھر کے کاموں کا کتنا بھی نقصان کیوں نہ ہو جائے وہ ان باتوں کی قطعاً پرواہ نہیں کرتا"۔

احباب کرام! ابھی منزل مقصود بہت آگے ہے۔ ہم نے سابقون سے مماثلت ثابت کرنا ہے کہ جنہوں نے اپنے سارے اموال اور جانیں خدا کی راہ میں دے دیں اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا مقام حاصل کیا۔ اسی لئے کچھ عرصہ قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک رپورٹ پر فرمایا کہ

"جلد سے جلد ہندوستانی جماعتوں کی تنظیم کریں اور چندہ کو تین چار لاکھ روپیہ سالانہ تک لے جائیں اور دو تین سال تک ہمارا جو پہلا بجٹ دس لاکھ سالانہ کا تھا اس تک پہنچ دیں۔ یہاں تک کہ پھر مدرسہ احمدیہ اور سکول اور کالج قادیان میں بن جائیں اور بڑا کامیاب پریس جاری ہو جائے"۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ابتلاء اور آزمائش کے دور روحانی جماعتوں کو تباہ کرنے یا ان کو مٹانے کے لئے نہیں آتے بلکہ خدا تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق عظیم الشان ترقیات کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ مومنوں کی جماعت صبر و استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی قربانیاں بڑھا چڑھا کر پیش کرتی چلی جائے۔

پس ضرورت ہے کہ احباب جماعت موجودہ امتحان کے دور میں صبر و رضا کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور صحیح رنگ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد بیعت کو پورا کریں۔

اس لئے ضرورت ہے اس امر کی کہ ہم اپنے اندر ایک نئی روح ایک نیا جوش اور نیا عزم پیدا کر کے اپنی جماعت کے ہر فرد کو منظم کریں تاکہ کسی جماعت میں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جو نا دہندہ، بے شرح، بے قاعدہ یا بقایادار ہو۔ چنانچہ اسی سال حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تاکید آمجلس مشاورت کے پیغام میں فرمایا کہ

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہمارے بجٹ میں کمی کا بڑا دخل ان نادہندوں کا ہے جو سلسلہ میں شامل ہونے کے باوجود اخلاص کی کمی کی وجہ سے مالی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتے اسی طرح وہ لوگ جو مقررہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دیتے یا بقایوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں ان کی غفلت بھی سلسلہ کے لئے نقصان کا موجب بن رہی ہے پس میں تمام امراء اور سیکرٹریان جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں روحانی اور تربیتی اصلاح کے ساتھ نادہندوں اور شرح سے کم چندہ دینے والوں کے بارہ میں اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیئے۔ تاکہ ان میں بھی قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے ثواب میں شریک ہو سکیں"۔

لہٰذا جملہ احباب جماعت، عہدیداران اور مبلغین کی خدمت میں درخواست ہے کہ مالی امور کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھ کر ان کی کماحقہٗ ادائیگی کے لئے کوشاں ہوں تاکہ ہمارا عملی نمونہ اس جہت سے بھی معیاری ہو جائے۔ اور ہم خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ جملہ احباب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

یوم مصلح الموعودؓ کی مبارک تقریب پر مختلف مقامات میں کامیاب جلسے

۲۰ فروری کی مبارک تاریخ پر پیشگوئی مصلح موعود کے مختلف پہلوؤں پر ایمان افروز تقاریر اور جلسوں کے انعقاد کی رپورٹیں مختلف جماعتوں کی طرف سے موصول ہوئی ہیں۔ بعض رپورٹیں گذشتہ اشاعت میں مندرج ہو چکی ہیں۔ سفتہ زیر اشاعت میں حسب ذیل جماعتوں کی طرف سے ایسے کامیاب جلسے منعقد کرنے کی اطلاع موصول ہوئی ہے بوجہ عدم گنجائش افسوس ہے کہ آمدہ رپورٹوں کی تفصیل درج اخبار نہیں کی جا سکتی!

جماعت احمدیہ بھدرک۔ موسنی بنی مائنز۔ بھرت پور (بنگال) جماعت احمدیہ بنگال

خبریں

گورداسپور ۱۹ مارچ - سرکاری پریس نوٹ مظہر ہے کہ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکول سے موصول شدہ اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ ضلع میں جبراً پرائمری تعلیم کی سکیم کافی حد تک سرے چڑھ رہی ہے۔ اس سکیم کے تحت ۳۰۰۵۲ بچوں نے تعلیم حاصل کرنی تھی جبکہ ۲۸۳۳۵ بچے داخل ہو چکے ہیں۔ جو ۹۴.۲۸ فیصدی ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ باقی کے بچے بھی جلد از جلد داخل ہو جائیں۔

حکومت ہند نے ایک نوٹیفکیشن کے ذریعہ فنائل کو ڈرگ ایکٹ ۱۹۴۰ کے تحت رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے مطابق فنائل کے بنانے یا بیچنے وغیرہ کے لئے لائسنس لینے ہوں گے۔ فنائل بنانے یا اس کے سٹوک بیچنے کے لئے لائسنس حاصل کرنے کے لئے سٹیٹ ڈرگ کنٹرولر پنجاب دفتر ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز پنجاب کو مقرر شدہ فارموں میں درخواست لائسنس دینی ہوگی۔ اور ریٹیل بکری کے لئے ضلع کے سول سرجن کو درخواست بھیجنا ہوگی۔ خلاف ورزی کرنے والے کا اس ایکٹ کے ماتحت چالان ہو سکتا ہے۔

پنجاب یونیورسٹی لاہور کے سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لئے منظور شدہ فارم منسٹری آف ایجوکیشن S. W. S Section) نئی دہلی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر سرٹیفکیٹ کے لئے جدا فارم بھرنے ہوں گے۔ ان فارموں کی پشت پر فیس متعلقہ دی گئی ہے۔ ۱۹۴۷ء کے نزدیک کے امتحان کے اصل سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لئے کوئی فیس نہیں ہے۔

گورداسپور ۱۹ مارچ۔ شری کے سی پانڈے ڈپٹی کمشنر نے اپنی ماہانہ کانفرنس میں بتایا کہ فروری میں ضلع کے اندر قتل یا ارادہ قتل۔ ڈکیتی۔ راہزنی وغیرہ کی کوئی واردات نہیں ہوئی۔ ضلع میں کوئلہ اور کھانڈ کی پوزیشن درست ہے۔ گندم و آٹا کی ۵۳ سستی دکانیں کام کر رہی ہیں۔ فروری کے آخر تک سرکار نے ضلع سے ۲۲۸۷۰ ٹن چاول خرید کئے۔ ۵۷۲۵ انعامی بانڈ نقد فروخت کئے۔ ایمپلائمنٹ ایکسچینج میں ۴۸۶ امیدواروں نے نام درج کرایا۔ ۳۹ امیدواروں کو ملازمت دلائی گئی۔

گورداسپور ۸ مارچ۔ گورداسپور میں عید الفطر کا تہوار سرکاری طور پر پریس لائن کلا گراؤنڈ میں منایا گیا۔ جس میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شمولیت کی۔ محکمہ تعلقات عامہ کی ڈرامیٹک پارٹی نے ڈرامہ اور فلم دکھائی۔ شری وید بھوشن ڈی۔ پی۔ آر۔ او نے اس تہوار کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

نئی دہلی ۱۲ مارچ۔ راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرشاد نے آج پارلیمنٹ کی دونوں ہاؤسوں کے مشترکہ اجلاس میں بھاشن دیتے ہوئے اعلان کیا کہ ہندوستان نے چین کو لکھا ہے کہ وہ اپنی جارحانہ پالیسی ترک کرے اور امن کا ماحول پیدا کرے۔ اس کے بعد ہی دونوں ملکوں کے درمیان ایک نئے معاہدہ کے لئے گفت و شنید ہو سکتی ہے۔ راشٹرپتی نے انکشاف کیا کہ چین کی طرف سے ایک مراسلہ موصول ہوا ہے جس میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ تبت کے متعلق ہندوستان اور پاکستان کے ۱۹۵۴ء کے معاہدہ کی جگہ ایک نیا معاہدہ طے کیا جائے۔ اس معاہدہ کی میعاد ۲ جون ۱۹۶۲ء کو ختم ہو رہی ہے۔ ہندوستان نے اس مراسلہ کے جواب میں چین کو لکھا ہے کہ پیشتر اس کے کہ نئے معاہدے کے لئے گفت و شنید شروع کی جائے چین اپنی جارحانہ کارروائیاں ترک کرے اور امن کا ماحول بحال کرے۔ ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے راشٹرپتی نے کہا کہ ہندوستان پاکستان کو جنگ نہ کرنے کے معاہدہ پر دستخط کرنے کی بار بار پیشکش کر چکا ہے۔ لیکن پاکستان نے اس پیشکش کا موزوں اور مناسب جواب نہیں دیا۔

چنڈی گڑھ ۱۲ مارچ۔ پنجاب کی نئی وزارت کو حلف وفاداری دلانے کی رسم آج شام راج بھون میں ادا کی گئی۔ ایک اور راجیہ منتری اور تین مزید ڈپٹی منسٹر شامل کئے جانے سے وزارت کے ارکان کی تعداد ۳۰ تک پہنچ گئی ہے۔ اب وزارت میں ۱۰ وزیر ۹ راجیہ منتری ۱۰ ڈپٹی منسٹر اور ایک پارلیمنٹری سیکرٹری شامل ہے ان کے علاوہ شریمتی چندراوتی کو نام پارلیمنٹری سیکرٹری بنایا گیا ہے۔ اور گوڑگاؤں کے مسلمان مسٹر طیب حسین کو بھی ڈپٹی منسٹر بنانے کا اعلان کیا گیا۔ بٹوارہ کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ وزارت میں کوئی مسلمان ممبر بھی شامل کیا گیا ہے۔ حلف دلانے کی رسم گورنر نے راج بھون میں سرانجام دی۔ وزراء میں عہدوں کی تقسیم کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔

نئی دہلی ۱۲ مارچ۔ امریکہ کے صدر مسٹر کینیڈی کی اہلیہ شریمتی جیکولین کینیڈی آج صبح ۹ بجکر ۲۶ منٹ پر ایئر انڈیا انٹرنیشنل کے بوئنگ ہوائی جہاز "کنچن جنگا" میں پالم کے ہوائی اڈہ پر پہنچ گئیں۔ جہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ ان کا ہوائی جہاز روم سے سات گھنٹے کی نان سٹاپ پرواز کے بعد دہلی پہنچا۔ ان کا سواگت پردھان منتری پنڈت نہرو۔ شریمتی وجے لکشمی پنڈت شریمتی اندرا گاندھی وزیر دفاع شری کرشنا مینن۔ دہلی کے میئر شری شام ناتھ امریکی سفیر مسٹر گلبریتھ اور دیگر سرکردہ معززین نے کیا۔ شری شام ناتھ نے شریمتی کینیڈی کے گلے میں زری کے تاروں کا ہار ڈالا جبکہ ان کی اہلیہ نے شریمتی کینیڈی کی بہن راجکماری راڈزیول کو جو شریمتی کینیڈی کے ساتھ آئی ہیں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ بعد میں ان کا تعارف مرکزی وزراء اور دیگر معززین سے کرایا گیا۔

نئی دہلی ۱۲ مارچ۔ وائٹ ہاؤس امریکہ کے اسسٹنٹ پریس سیکرٹری مسٹر ڈگلز نے جو شریمتی کینیڈی کے ساتھ دورہ کر رہے ہیں ایک بیان میں کہا کہ شریمتی کینیڈی دہلی میں آمد پر شاندار سواگت سے بڑی متاثر ہوئی ہیں وہ ہندوستانی عورتوں کے لباس زیورات اور ان کے دلپذیر چہرہ مہرہ سے بھی بڑی متاثر ہوئی ہیں۔

نئی دہلی ۱۲ مارچ۔ ۱۹۸۱ء تک ہندوستان کی اقتصادی حالت کیسی ہوگی؟ اس کا ذکر ایک اعلان میں کیا گیا ہے جو نیشنل کونسل آف اپلائیڈ اکانومک ریسرچ نے تیار کیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں بے کاری نہیں رہے گی ہر پریوار کے پاس بجلی کا پنکھا ہوگا۔ اور ہر دو میں سے ایک پریوار کے پاس بائیسکل ہوگا۔ ۱۹۶۱ء میں فی کس آمدنی ۳۳۱ روپے سے ۱۹۸۱ء میں ۷۹۱ روپے ہو جائے گی۔ ریفریجریٹر کپڑے دھونے کی مشین اور ائر کنڈیشنر بھاری تعداد میں مل سکیں گے فولاد کی پیداوار ۵ کروڑ ٹن تک پہنچ جائے گی اور پیداوار کے مختلف سیکٹروں میں سب سے زیادہ پیداوار صنعتی ہوگی تجارت کا اس وقت جو نا موافق توازن ہے وہ ۱۹۸۱ء میں نہیں رہے گا۔ جبکہ ۲½ ارب موافق توازن ہو جائے گا۔ یہ نتائج کچھ فرض کی گئی باتوں پر مبنی ہیں۔ یعنی ملک میں سیاسی استحکام اور زرعی اجناس کی قیمتوں کا استحکام۔ کرنسی کا پھیلاؤ نہیں ہوگا۔ زمینی اصلاحات کا نفاذ اور اقتصادی ترقی کی شرح صنعتی ترقی کی شرح سے زیادہ ہوگی۔

حیدرآباد ۱۲ مارچ۔ آندھرا کی نئی وزارت نے جس کے مکھیہ منتری شری سنجیوا ریڈی سابق صدر کانگرس ہیں آج صبح حلف لے لیا حلف دلانے کی رسم آندھرا کے گورنر شری سچر دربار ہال میں ادا کی۔ وزارت میں کل سولہ وزیر شامل ہیں۔ دس کیبنٹ منسٹر ہیں۔ اور چھ راجیہ منتری۔ حلف وفاداری کی رسم کی تقریب میں آندھرا کے چیف جسٹس شری پی چندر ریڈی اور دوسرے جج بھی شامل ہوئے۔ رسم کے بعد گورنر نے وزراء کی چائے سے تواضع کی۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ

یعنی وہ کتابچہ جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے آجتک ہونے والی تقریباً تمام کتب اور انکے مصنفین کے نام محفوظ کئے گئے ہیں نیز ان میں جو جو کتب قادیان سے مل سکتی ہیں ان کی تفصیل دی گئی ہے۔ صرف آٹھ نئے پیسے کے ٹکٹ بھیج کر مفت طلب کریں

المشتہر عبد العظیم پروپرائٹر احمدیہ بکڈپو قادیان

صداقت احمدیت کیلئے
تمام جہان کو چیلنج
کارڈ آنے پر
مفت
عبداللہ الہ دین سکندرآباد دکن